تذکرہ

حضرت مولانا

شاہ ابرار الحق

صاحب رحمہ اللہ

(آخری خلیفہ اجل)

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ناشر

ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی، پاکستان

33/-

باسمہٖ تعالیٰ

حضرت مولانا شاہ ابرارُالحق

صاحب رحمہ اللہ

(خلیفۂ اجل)

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ
کے اجل خلیفہ اور بزمِ اشرف کے آخری چراغ حضرت مولانا
شاہ ابرارالحق ہردوئی صاحب رحمہ اللہ کے چند عبرت وبصیرت
آمیز حالات وواقعات اور مزاج ومذاق کا اجمالی نقشہ

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ناشر

ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی، پاکستان

نام کتاب: حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ
مؤلف: مفتی محمد رضوان
طباعت: ربیع الآخر ۱۴۲۸ھ/ اپریل 2007ء
طابع وناشر: ادارہ غفران، راولپنڈی
قیمت: روپے

ملنے کے پتے

کتب خانہ ادارہ غفران چاہ سلطان گلی نمبر 17 راولپنڈی پاکستان۔ فون 051-5507270
کتب خانہ رشیدیہ مدینہ کلاتھ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی۔ فون 051-5771798
ادارہ اسلامیات ۱۹۰، انارکلی لاہور۔ فون 042-7353255
مکتبہ قاسمیہ الفضل مارکیٹ ۱۷، اردو بازار لاہور۔ فون 042-7232536
ادارہ اسلامیات موہن چوک اردو بازار کراچی۔ فون 021-2722401
دار الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی۔ فون 021-4975025
دار الاشاعت اردو بازار کراچی۔ فون 021-2631861

فہرست مضامین

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے آخری خلیفہ تھے، آپ حضرت کے خلفاء میں اس شرف کے ساتھ ممتاز تھے کہ عین عالمِ شباب میں ۲۲ رسال کی عمر میں خلعتِ خلافت سے مزین ہوکر مسندِ رشد واصلاح پر فائز ہوئے۔ ؎

یہ مرتبہ بلند ملا جسے مل گیا۔

آپ نے علومِ ظاہری کی تحصیل وتکمیل مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں مشائخ وقت خصوصاً حضرت برکۃ العصر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہٗ مہاجر مدنی سے فرمائی، آپ کا وطن ضلع ہردوئی صوبہ یوپی (اترپردیش) بھارت تھا، اسی نسبت سے آپ حضرت ہردوئی کے مختصر نام سے بھی یاد کیے جاتے ہیں، آپ ایک طویل عرصہ سے پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش کے اہلِ حق علماء ومشائخ کا مرجع فیض وملجأ نسبت تھے، آپ اصلاحی وفلاحی مجلس ''دعوتِ حق'' کے روحِ رواں تھے، اس مجلس کی زیرِ نگرانی اس تقریباً ۱۱۶۵، مدارس ومکاتب کام کررہے ہیں، جن میں زیرِ تعلیم تشنگانِ علومِ نبوت کی تعداد لگ بھگ ستر ہزار ہے، اور خاص ہردوئی میں آپ کے زیرِ اہتمام چلنے والے مدرسہ اشرف المدارس میں اس وقت ساڑھے چارسو طلباء زیرِ تعلیم وزیرِ تربیت ہیں۔ آپ کے پسماندگان میں ایک بیوہ اور بیٹی ہیں، آپ کے اکلوتے صاحبزادے اشرف الحق آپ کی حیات میں ہی واصلِ بحق ہوچکے تھے۔ آپ کی تعلیمات وارشادات اور مواعظ وملفوظات کے جو مجموعے کتابی صورت میں طبع ہوچکے ہیں، ان میں قابلِ ذکر یہ ہیں، مجالسُ الابرار، اشرفُ النصائح، اشرفُ الخطاب، اشرفُ الاصلاح، اشرفُ الہدایات، اصلاحُ المنکرات۔

بزمِ اشرف کا یہ آخری چراغ ۸/ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ، ۱۷مئی ۲۰۰۵ء، بروز منگل دنیائے فانی سے ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا، وفات کے وقت آپ کی عمر ۸۸ سال تھی، انا للہ وانا الیہ راجعون. حضرت کی وفات کے بعد بندے کا ایک مضمون قسط وار ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی میں شائع ہوا تھا، اس مضمون کو بعض حلقوں کی طرف سے پسند کیا گیا اور اس کی افادیت وضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اب اس کو الگ کتابچے کی شکل میں شائع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ محمد رضوان، ۳۰/ربیع الآخر ۱۴۲۸ھ

بچپن میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے تعارف

بچپن میں جب سے ہوش سنبھالا، حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ کی بزرگیت کا تصور دل ودماغ میں قائم ہوگیا تھا، کیونکہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا تذکرہ مختلف انداز میں گھر میں سننے کو ملتا رہتا تھا، حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ کی زیارت بچپن میں تقریباً آٹھ دس سال کی عمر میں اس وقت ہوگئی تھی جب میں ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون میں حاصل کررہا تھا، اور ظاہر ہے کہ یہ تعلیم کا ابتدائی زمانہ ہوتا ہے، حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ کی آمد سے پہلے ہی اطلاع ملنے پر مدرسہ میں ان کے استقبال کی تیاریاں شروع ہوگئی تھیں، اور ہمارے استاذ حافظ سعید احمد صاحب دامت برکاتہم (جو بحمداللہ تعالیٰ بقیدِ حیات اور تھانہ بھون میں حفظ وناظرہ قرآن مجید کی تدریس کی خدمات انجام دے رہے ہیں) نے چند بچوں کو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے سامنے بطورِ جائزہ پیش کرنے کے لئے تیار کیا تھا، میں بھی ان بچوں میں شامل تھا، ہمارے استاذ صاحب دامت برکاتہم نے اگرچہ ہمیں ہرطرح کا حوصلہ اور ہمت دلانے کی کوشش کی تھی، لیکن اس کے باوجود حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت کا جو تصور پہلے سے دل ودماغ میں قائم تھا اسکی وجہ سے ایک گھبراہٹ سی دل میں محسوس ہورہی تھی اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں چھوٹے چھوٹے طلبہ میں بھی یہ چرچا عام تھا کہ وہ ایسی ایسی باریک باتوں پر بھی تنبیہ فرماتے ہیں جن کی طرف دوسرے عام حضرات کی ساری زندگی بھی نظر نہیں پہنچتی، اس لئے نہادھوکر، کپڑے تبدیل کرکے اور ناخن وغیرہ کٹوا کر ہم نے ممکنہ تنبیہی خطرات سے بچنے کی بھرپور کوشش کی تھی، حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ کی خانقاہ میں آمد کے ساتھ ہی پوری طرح رونق اور چہل پہل شروع ہوگئی تھی، قصبہ کے اندرونی باشندوں کے علاوہ مضافات سے بھی غیر معمولی تعداد میں لوگوں کی آمدورفت ہورہی تھی، اس ماحول کو دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ مدرسہ میں ایک بڑا جلسہ اور اجتماع ہونے والا ہے، خیر، اللہ اللہ کرکے وہ وقت بھی آگیا جب جائزہ کے لئے طلبہ کے ساتھ میری بھی حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضری

ہوئی، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ جائزہ کے دوران مختلف حرفوں اور جملوں کے بارے میں مخارج کی ادائیگی کی نشاندہی فرماتے رہے، لیکن ہر جملہ زبان سے ادا کرتے وقت چہرہ پر ایک خاص قسم کی مسکراہٹ بھی ہوتی تھی، مگر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے چہرہ اور آواز میں ایک خاص قسم کی جلالی شان محسوس ہوتی تھی، اور حضرت کے چہرہ پر مسکراہٹ کے باوجود بھی اس شان میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی تھی، البتہ حضرت کے چہرہ کی مسکراہٹ سے اتنا فائدہ ضرور ہوتا تھا کہ ہیبت اور گھبراہٹ قابلِ برداشت حد سے نکل کر نا قابلِ برداشت حد تک نہیں پہنچتی تھی، اگر حضرت شاہ صاحب اپنی جلالی شان کو مسکراہٹ کے ذریعہ سے کم نہ فرماتے تو شاید لڑکپن کی وجہ سے پیشاب خطا ہونے میں کوئی کمی نہ رہ جاتی، جائزہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت نے تمام طلبہ کو ایک قطار میں کھڑا کر کے دائیں طرف سے بائیں طرف مصافحہ کرتے ہوئے چلنے کی تلقین فرمائی اور تمام طلبہ کو ایک ایک روپیہ کے بالکل نئے سکے بھی بطورِ انعام عنایت فرمائے، جن کو بڑوں کے کہنے کی وجہ سے برکتی سمجھ کر ایک مدت تک محفوظ رکھا گیا، لیکن ضرورت پڑنے پر بالآخر ایک دن خرچ کر لیا، اس پہلی قریبی زیارت اور جائزانہ حاضری کی وجہ سے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی شانِ بزرگی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ ان کی عظمت اور شانِ جلالیت نے بھی دل ودماغ میں جگہ پکڑ لی تھی، اور کیونکہ میرے قرآن مجید حفظ اور اس کے بعد اعدادیہ کے درجہ تک تعلیم کا زمانہ مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ ہی میں گزرا، اس لئے اس عرصہ میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی متعدد مرتبہ حاضری پر ان کی قریب سے زیارت، اور کچھ ٹوٹی پھوٹی خدمت کی بھی سعادت حاصل ہوتی رہی۔

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کا ایک واقعہ

ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ خانقاہ میں تشریف لائے ہوئے تھے، اور حضرت کی عادتِ مبارکہ یا معمولات میں یہ چیز بھی شامل تھی کہ حضرت تمام شعبوں کا باختیارِ خود اچانک جائزہ لیا کرتے تھے، اسی دوران حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ مہمان خانہ کے سامنے والی سہ دری (جو کہ اُس وقت بطورِ درسگاہ استعمال ہوتی تھی) تشریف لائے، اس وقت صبح کی تعلیم سے فراغت پا کر طلبہ کی

دوپہر کی چھٹی ہوچکی تھی اور دوپہر کا وقت تھا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی اچانک درسگاہ میں بچھی ہوئی اس دری پر نظر پڑی جو مہمان خانہ میں آمدورفت کے دوران پاؤں لگنے سے اوپر کی طرف مڑی ہوئی اور چلنے کی وجہ سے کافی حد تک گھس گئی تھی، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس پر استفسار فرمایا کہ ایسا کیوں ہے؟ جواب دیا گیا کہ مہمان خانہ میں آمدورفت کے دوران پاؤں بار بار لگنے اور ٹھوکر لگنے کی وجہ سے مڑ اور پھٹ گئی ہے، حضرت نے اس پر ایک اور سوال فرمایا کہ مہمان خانہ میں آمدورفت کیا تعلیم کے دوران بھی رہتی ہے؟ جواب دیا گیا کہ نہیں، زیادہ تر چھٹی کے وقت میں ہوتی ہے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پھر آپ حضرات کو چاہئے کہ تعلیمی وقت ختم ہوتے ہی دونوں وقت روزانہ اس دری کو اکٹھی کردیا کریں، جواب دیا گیا کہ ان شاء اللہ اسی کے مطابق عمل ہوگا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرا بارہا کا تجربہ ہے اور اصول بھی ہے کہ اُدھار سے نقد اچھا ہوتا ہے، لہٰذا کیوں نہ ابھی یہ کام شروع کردیا جائے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے یہ بات فرماتے ہی چند حضرات نے آگے بڑھ کر پھرتی کے ساتھ دری کو اکھٹا کرنا شروع کیا، دری اٹھانے کے دوران ہی حضرت شاہ صاحب کی دری کے نیچے فرش پر نظر پڑی جہاں کافی مقدار میں مٹی اور گرد جمع ہوگیا تھا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا یہ دیکھئے نقد کا ایک فائدہ تو فی الحال سامنے ہے کہ دری اٹھانے سے معلوم ہوا کہ دری کے نیچے سے صفائی کو لمبی مدت ہوچکی ہے ،اس پر پھر حضرت نے کچھ نصائح فرمائیں۔

اپنے شیخ کے مزار پر حاضری

حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ کو جب بھی تھانہ بھون خانقاہ میں آتے ہوئے دیکھا، ہمیشہ اپنے پیرومرشد حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے مزار پر حاضری دینے والا بھی پایا، عموماً حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ صبح فجر کی نماز کے بعد چند رفقاء کے ساتھ اپنے شیخ ومربی کے مزار پر حاضری دیا کرتے تھے، اور تھانہ بھون میں عام طور پر ایک یا اس سے زیادہ رات قیام بھی فرمایا کرتے تھے، جس سے آپ کی اپنے شیخ سے محبت وعقیدت اور تعلق کا اندازہ ہوتا تھا۔

وعظ اور کھانے کے اجتماع کو پسند نہ فرمانا

میرے والدین صاحبان سمیت چند رشتہ دار افراد حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے بیعت تھے ،حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اپنے مخصوص مریدین کی خواہش پر مختصر وقت کے لئے ان کے گھر پر بھی تشریف لے جایا کرتے تھے ،لیکن کھانے پینے کے معاملے میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نہایت محتاط تھے ،اگر کوئی خاص مرید دعوت کرتا تو حضرت شاہ صاحب کاروبار اور ذریعۂ آمدنی کے حلال ہونے کے بارے میں خوب اچھی طرح تحقیق فرمالیا کرتے تھے ،تاہم حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ دعوتِ طعام وغیرہ کو اتنا پسند نہیں فرماتے تھے ،جتنا کہ کسی کے ہاں بیان اور وعظ کی دعوت کو پسند فرماتے تھے ،نیز حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اپنے مخصوص مزاج کی وجہ سے بیک وقت کسی عام جگہ میں کھانے اور بیان دونوں کو ایک ساتھ جمع کرنے کو بھی پسند نہ فرماتے تھے ،اور اس کی مختلف وجوہات بیان فرماتے تھے ،مثلاً یہ کہ بیان کے بعد کھانا بیان کے بدلے اور عوض کے مشابہ ہوجاتا ہے ،نیز اس رسم کی وجہ سے ایسے حضرات کے لئے کہ جو کھانے کی وسعت نہیں رکھتے ،اپنے ہاں بیان کرانے سے محروم رہتے ہیں ،اس کے علاوہ صاحبِ خانہ اور دیگر افراد کھانے کے انتظامات میں مشغول ہونے کے باعث بیان اور وعظ سے محروم رہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

رنگین مشروب سے پرہیز

ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تھانہ بھون اپنے ایک مرید کے گھر تشریف لے گئے ، جو میرے بھی بہت قریبی عزیز تھے ،اور میں بھی اس موقع پر موجود تھا ،حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اور دیگر حاضرین کی خدمت میں صاحبِ خانہ کی طرف سے روحِ افزا سے تیار کردہ مشروب نوش کرنے کے لئے پیش کیا گیا تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے یہ کہہ کر عذر فرمادیا کہ وہ رنگ دار مشروب پینے سے اجتناب کرتے ہیں ،البتہ غیر رنگ دار مشروب ہوتو پھر پرہیز نہیں کرتے اور ساتھ ہی حاضرین سے فرمایا کہ بیشک آپ حضرات نوش فرمالیں ،مسئلہ کی رو سے کوئی ناجائز بات نہیں ،چنانچہ دیگر حاضرین نے وہ مشروب نوش فرمالیا ،میں اس وقت قرآن مجید حفظ کرنے کا آغاز

کر چکا تھا، اس لئے صاحبِ خانہ کی طرف سے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں فرمائش پیش کی گئی کہ وہ میرا قرآن مجید کا کچھ حصہ سُن کر اصلاح فرمائیں، چنانچہ حضرت شاہ صاحب کے حکم سے سورہ فاتحہ اور غالباً سورہ "ناس" بندہ نے ڈرتے ڈرتے تلاوت کی، اس وقت حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بندہ کی تلاوت کے انداز اور لہجہ میں کچھ تصنع اور تکلف محسوس کیا، اس پر فرمایا کہ قرائت میں اصل چیز ہر حرف کی اپنے مخرج سے ادائیگی ہے، باقی آواز اور لہجہ سازی یہ بعد کی چیز ہے، آج کل قراء حضرات حروف کی مخارج سے ادائیگی کا تو اہتمام نہیں فرماتے لیکن ساری توجہ اور صلاحیت آواز سازی پر خرچ کرتے ہیں اور ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ وہ قاری عبدالباسط صاحب بن جائے، اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ آواز سازی کے بجائے حروف کی مخارج سے ادائیگی پر زور دیا جائے، رہا لہجہ اور آواز کی بناوٹ وہ خود بخود بلا تکلف ہر ایک کو اس کے بعد حاصل ہو جاتی ہے، اس میں تصنع مناسب نہیں۔ البتہ ساتھ ہی بندہ کی کچھ حوصلہ افزائی بھی فرمائی اور بطور انعام گلٹ کے ایک روپیہ کا نیا سکہ بھی عنایت فرمایا۔ اس مجلس سے رخصت ہوتے وقت جب حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ صاحبِ خانہ اور دیگر احباب کے ساتھ گھر سے باہر نکلنے والے دروازے کے قریب تشریف لائے تو دروازہ کے ساتھ جمع شُدہ کوڑا دیکھ کر اس پر گرفت فرمائی اور فرمایا کہ کوڑے کو اس طرح سے کھلا رکھنا اور وہ بھی آمد و رفت کے راستہ کے بالکل ساتھ، اسلامی آداب اور اس کے تقاضوں کے خلاف ہے، لہٰذا کوڑے کو کوڑے دان، کنستر یا کسی ڈبہ وغیرہ کے اندر ڈھک کر رکھنا چاہئے، صاحبِ خانہ نے آئندہ اس ہدایت کے مطابق عمل کرنے کا وعدہ کیا، اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ یہاں سے رخصت ہو کر واپس خانقاہ تشریف لے گئے۔

تھانہ بھون میں خواتین کے مجمع میں وعظ

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ جب کبھی تھانہ بھون تشریف لاتے اور قیام کا ارادہ ہوتا تو مرد حضرات کے لئے بیانات کے علاوہ کم از کم ایک بیان خواتین کے لئے بھی مخصوص ہوا کرتا تھا، یہ بیان عموماً حضرت مولانا سید ظہور الحسن صاحب کسولوی رحمہ اللہ (مجازِ صحبت، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

کی قیام گاہ پر سہ دری یا صحن میں چارپائی پر تشریف فرما کر ہوا کرتا تھا اور خواتین باپردہ طریقہ پر اندر کمروں میں تشریف فرما ہوا کرتی تھیں، اس گھر میں جو کہ خانقاہ کے بہت قریب واقع ہے، بلکہ درمیان میں صرف ایک گلی حائل ہے ایک بڑا ہال (کمرہ) بھی تھا جس کا راستہ بھی الگ سے باہر نکلتا تھا، خواتین کی آمد و رفت عموماً اسی راستہ سے ہوتی تھی، خواتین کے اس اجتماع میں قصبہ بھر کی خواتین کا بہت اہتمام کے ساتھ رجوع و ہجوم ہوتا تھا (آج کل اس قیام گاہ میں مولانا سید نجم الحسن صاحب تھانوی زید مجدہٗ مہتمم: مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، و ابنِ حضرت مولانا سید ظہور الحسن صاحب کسولوی رحمہ اللہ اور ان کے دیگر اہلِ خانہ مقیم ہیں یہ گھر حکیم الامت رحمہ اللہ کے زمانہ سے مدرسہ امداد العلوم پر وقف ہے) حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ خواتین کے مجمع سے ان کی شان کے مطابق مضامین بیان فرماتے تھے، جس سے خواتین کو بہت نفع محسوس ہوتا تھا۔

احیائے سنت کا اہتمام

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ کو احیائے سنت کا بہت اہتمام تھا، خاص طور پر قرآن مجید کی تلاوت اور اذان و اقامت اور نماز کے بارے میں سنن و آداب کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ جب حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے خانقاہ میں کچھ طلبہ کا قرآن مجید سُن کر جائزہ لیا، تو بعض مخارج پر سخت تنبیہ فرمائی اور تقریباً تمام طلبہ کے مخارج کی وہ بے اعتدالیاں اور غلطیاں یکساں تھیں، جس سے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اندازہ لگایا کہ یہ بے اعتدالیاں اور غلطیاں متعلقہ استاذ صاحب کی طرف سے منتقل ہو رہی ہیں، اس لئے فی الفور موجودہ متعلقہ استاذ صاحب کو خلوت میں طلب فرما کر جائزہ لینے پر محسوس فرمایا کہ واقعی اصل اصلاح کی تو ان استاذ صاحب کو ضرورت ہے، اس لئے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس موضوع پر مولانا سید نجم الحسن تھانوی صاحب زید مجدہٗ (مہتمم مدرسہ ھٰذا) کو متوجہ فرما کر ان کی اجازت سے مذکورہ استاذ صاحب کو مخارج کی اصلاح کے لئے ہردوئی شہر اپنے مدرسہ میں چند ماہ کے لئے طلب فرمایا، دراں حالیکہ مذکورہ استاذ صاحب کی اس وقت عمر تقریباً پینتالیس، پچاس سال ہوگی اور وہ مدرسہ میں مدتِ دراز سے

تدریس فرما رہے تھے، چنانچہ مذکورہ استاذ صاحب چند ماہ ہردوئی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے مدرسہ میں زیرِ تعلیم رہ کر واپس تشریف لائے اور اپنی تدریسی خدمات از سرِ نو انجام دینا شروع کیں

سنت کی ترغیب اور مثال ایک خاص انداز میں

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ سنت کی ترغیب دیتے ہوئے ایک خاص انداز میں دنیا کی مثال دے کر لوگوں کو اس طرح متوجہ فرمایا کرتے تھے چنانچہ آپ فرماتے تھے کہ ہر شخص دنیا کے سفر میں خاص طور پر ان تین چیزوں کو ترجیح دیا کرتا ہے۔

(۱)......راحت (یعنی سکون و آرام سے سفر طے ہوجائے اور سفر میں کوئی پریشانی نہ ہو، اسی کی خاطر ممکنہ آرام دہ سواری کا انتخاب کرتا ہے اور موسم کے لحاظ سے ٹھنڈک اور گرمی کے انتظام والی سواری اور آرام دہ نشست اور سیٹ کا اہتمام کرتا ہے)

(۲)......عزت (یعنی عزت و احترام کے ساتھ سفر طے ہوجائے، ذلت اور رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور باعزت طریقہ پر اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جائے)

(۳)......عُجلت (یعنی جلدی سے سفر طے ہوجائے اور جلد از جلد اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جائے، اسی لئے تیز ترین سواری کا انتخاب کرتا ہے)

غرضیکہ ہر شخص دنیا کے سفر میں راحت، عزت اور عجلت تینوں چیزوں کو ترجیح دیتا ہے اور راحت، عزت اور عجلت ان تینوں الفاظ کے آخر میں ''تا'' لگا ہوا ہے اور تینوں الفاظ کا وزن بھی قریب قریب ہے، اب جب دنیا کے عارضی سفر کا یہ حال ہے تو آخرت کا لمبا سفر، جس کے بعد واپسی بھی نہیں، دنیا میں اس سفر سے ہر انسان گزر رہا ہے، اس کی خاطر بھی ان تین چیزوں کی تلاش و اہتمام ہونا چاہئے، یعنی راحت، عزت اور عجلت۔ آخرت کے طویل ترین اور کٹھن سفر کے لئے اگر کوئی ان تین چیزوں کو حاصل کرنا چاہتا ہے، تو اس کا طریقہ ''سنت'' ہے یعنی اگر کوئی مسلمان سنت کی پابندی کرے تو اس کی آخرت کا سفر راحت کے ساتھ طے ہوتا ہے، عزت کے ساتھ طے ہوتا ہے اور عجلت (تیزی) کے ساتھ طے ہوتا ہے اور مؤمن کی جو اصل منزل ہے وہ ''جنت'' ہے،

تو مؤمن سنت کی برکت سے راحت، عزت اور عجلت کے ساتھ سفر طے کر کے جنت کی منزل پر پہنچ جاتا ہے اور سنت اور جنت کے آخر میں بھی راحت، عزت اور عجلت کے الفاظ کی طرح "تا" لگا ہوا ہے اور سنت وجنت کے وزن بھی راحت، عزت اور عجلت کے الفاظ کے قریب قریب ہیں ،تو خلاصہ یہ نکلا کہ جو آخرت کا سفر سنت کے ساتھ طے کرتا ہے، وہ راحت، عزت اور عجلت کے ساتھ جنت کی منزل پر پہنچ جاتا ہے، چنانچہ اسے اس سفر میں ہر طرح کی راحت حاصل ہوتی ہے ،دنیا میں حیاتِ طیبہ اور پاکیزہ زندگی حاصل ہوتی ہے، عالمِ برزخ (قبر) اور عالمِ آخرت (حشر) میں کلفت اور مشقت پیش نہیں آتی، قبر میں آرام سے سوتا ہے، جنت کی کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں اور ہر طرح کی عزت حاصل ہوتی ہے، ذلت ورسوائی پیش نہیں آتی اور عجلت کے ساتھ بہت جلدی یہ سفر طے ہوتا ہے، عالمِ برزخ اور قبر کا زمانہ بڑی تیزی سے گزر جاتا ہے، پُل صراط سے بڑی جلدی سے گزر جاتا ہے، قیامت کا دن بہت جلدی ختم ہو جاتا ہے اور اس کے بعد جنت میں اصل منزل پر پہنچ جاتا ہے اور اس کے برعکس جو شخص سنت کا اہتمام نہیں کرتا تو وہ اس سفر میں راحت، عزت اور عجلت کی نعمتوں سے محروم رہتا ہے اور پھر اس کے نتیجہ میں جنت سے بھی محرومی ہو جاتی ہے۔

اصلاحِ باطن واصلاحِ ظاہر کا اجتماع

عموماً صوفیائے کرام اصلاحِ باطن کی طرف تو توجہ زیادہ فرماتے ہیں لیکن اصلاحِ ظاہر کی طرف توجہ کم فرماتے ہیں، مگر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ باوجود ایک عظیم صوفی اور حکیم الامت مجددِ زمانہ کے خلیفہ ہونے کے اصلاحِ ظاہر کی طرف بھی برابر توجہ فرماتے تھے اور عموماً آیتِ قرآنی "وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ" وعظ میں تلاوت فرما کر اس پر بیان فرماتے تھے۔

جرأت اور بلند ہمتی

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ کی خاص بات آپ کی جرأت، بلند ہمتی اور حق بات کے اظہار میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا تھا، آپ کے رُعب اور دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ جب بھی

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ ہندوستان کے بعض علاقوں کا سفر فرماتے تو آپ کے ممکنہ ومتوقع دورہ اور آمد والے وقت دور دراز کے مدارس میں پہلے سے صفائی، ستھرائی اور طلبۂ کرام کو ادب وسلیقہ سکھانے کا اہتمام شروع ہو جاتا تھا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ دیوبند میں تشریف فرما ہوتے تھے تو سہارنپور اور گنگوہ وتھانہ بھون وغیرہ کے مدارس والوں کو اپنی باز پُرس اور تنبیہ کی فکر سوار ہو جاتی تھی۔

تبلیغی و تعلیمی دوروں کا اہتمام

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں تبلیغی واصلاحی دوروں کو بھی زندگی کا ایک لازمی حصہ تصور فرمالیا تھا، چنانچہ آپ ملک اور بیرونِ ملک کے اکثر وبیشتر دورے فرماتے، ایک مدت تک ہر سال حج کے لئے تشریف لے جاتے ہوئے یا حج سے واپسی پر پاکستان تشریف لانے کا معمول رہا (پاکستان میں یہ قیام عموماً حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کے برخوردار سلمہٗ کے یہاں ہوا کرتا تھا) اور سفر کی تمام مشقتوں وصعوبتوں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے کے لئے برداشت فرماتے تھے اور جب تک جسم میں طاقت رہی، سفر درسفر کا مسلسل سلسلہ جاری رکھا اور آرام کئے بغیر سفر میں بھی وعظ ونصیحت کا سلسلہ بھی حضر (یعنی غیر سفر کی حالت) کی طرح جاری رہا۔

اذان کی اصلاح کا خاص اہتمام

حضرت شاہ مولانا ابرارُالحق صاحب رحمہ اللہ اذان کے بارے میں بھی پائی جانے والی کوتاہیوں پر بطورِ خاص تنبیہ فرمایا کرتے تھے خاص طور پر جو تجوید کے خلاف اذان دینے میں پائی جاتی ہیں۔

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہٗ اسی ضمن میں لکھتے ہیں:

''سب سے اہم کوتاہی جو نہایت کثرت سے رائج ہے اور اس کو عام طور پر کوتاہی سمجھا بھی نہیں جاتا بلکہ بجائے بُرا سمجھنے کے اچھا سمجھا جاتا ہے، یہ ہے کہ قواعد وتجوید کا لحاظ کیے بغیر محض خوش الحانی کی بنیاد پر اذانیں دی جاتی ہیں، پورا زور حُسنِ صَوت (آواز کی خوبصورتی) اور خوش الحانی (آواز سازی) پر صرف ہوتا ہے، ان کی بلا سے مخارج ادا ہوں یا نہ، حرکات وسکنات

باقی رہیں یا نہ، اور جس جگہ دل چاہے مَد کرلیں، ان کی نظر میں کوئی حرج نہیں، حالانکہ اذان واقامت میں ایسی کوئی اجازت نہیں، فقہ کی کتابوں میں اذان واقامت کے متعلق واضح ہدایات موجود ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

اذان واقامت قواعد وتجوید کے مطابق اس طرح دینی چاہئیں کہ تمام حُروف اپنے اپنے مخارج سے ادا ہوں، جملہ (تمام) حرکات وسکنات، غُنّہ اور مَد وغیرہ ٹھیک ادا ہوں، اذان واقامت کے کلمات کے اوّل وآخر میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہو، کوئی حرکت یا حرف یا مَد زیادہ نہ ہو، ان تمام اُمور کا لحاظ کرتے ہوئے اگر آواز کو بھی خوبصورت بنالیا جائے تو کچھ مضائقہ (حرج) نہیں، بلکہ مطلوب (اچھا) ہے اور اگر مذکورہ اُمور کا اہتمام کیے بغیر محض خوش الحانی اور حُسنِ صوت کو اختیار کیا جائے جس میں حرکات وسکنات یا حُروف کی ان مخارج سے صحیح ادائیگی نہ ہو یا بے جا مَد کیا جائے تو ایسا کرنا جائز نہیں، اس سے بچنا لازم ہے'' لہٰذا اس کی روشنی میں اپنی اپنی اذان واقامت کی اصلاح کرنی چاہئے اور اسی کے مطابق مشق کرنی چاہئے (مسائل اذان واقامت ص۳۴، ۳۵، مطبوعہ ادارہ اسلامیات، لاہور)

حضرت شاہ صاحب کا فرمانا یہ بھی تھا کہ اذان ادا کرتے وقت عموماً مؤذنین حضرات بعض کلمات مثلاً لفظِ ''اللہ'' کے لام کو ایک الف کی مقدار کے مقابلہ میں بہت زیادہ لمبا کردیتے ہیں، جو عربی قواعد واصول کے خلاف ہے (کذا فی احسن الفتاویٰ ج۲ ص۲۹۰) حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا فرمانا تھا کہ انہوں نے دنیا کے دور دراز علاقوں اور مختلف ملکوں کا دورہ کیا ہے لیکن سنت اور قواعد کے موافق اذان کے معاملہ میں بہت کمزوری پائی ہے، ممکن ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے موقف کی بعض جزئیات سے بعض اہلِ علم حضرات کو علمی اختلاف ہو، جیسا کہ دارُ العلوم کراچی کے ایک مفصّل ومدلّل فتوے میں اس کی تصریح ہے، یہ فتویٰ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب وحضرت مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہم ودیگر چند اہلِ علم حضرات کا مصدقہ ہے:

''فقہائے کرام کی مندرجہ ذیل عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان میں لفظِ ''اللہ'' کے

لام کو کھینچنا جائز ہے، اور حضراتِ قراء نے بھی اسبابِ مد میں "مدِ تعظیمی" میں لفظِ "اللہ" کے مَد کو شمار کیا ہے، چنانچہ حضرتِ اقدس قاری فتح محمد صاحب رحمہ اللہ نے زیادہ سے زیادہ سات الف کی مقدار کے برابر کھینچنے کی گنجائش لکھی ہے، اسی طرح مدِ متصل میں بھی پانچ الف کی مقدار کے برابر کھینچ سکتے ہیں، ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لفظِ "اللہ" کے لام کو بھی اگر پانچ الف کی مقدار کے برابر کھینچ لیا جائے تو دُرست ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ سات الف کے برابر کھینچنے کی بھی گنجائش ہے" (ماہنامہ البلاغ کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ھ، اکتوبر ۱۹۹۸ء ص ۴۸، ۴۹)

لیکن اس بات میں شک نہیں کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا موقف اخلاص اور اپنی تحقیق کے مطابق مخصوص اصولوں پر مبنی تھا، اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے موقف کو بعض بڑے بڑے اہلِ علم واہلِ فن حضرات کی تائید حاصل تھی۔

متعدد مرتبہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون میں دی جانے والی اذان کو بھی آداب کے خلاف قرار دیا اور موقع پر مؤذن صاحب کی اصلاح فرمائی۔

مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں تشریف آوری کا ایک واقعہ

ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ جلال آباد مدرسہ مفتاح العلوم میں تشریف لائے، اس وقت مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ حیات تھے، میں بھی ان دنوں مدرسہ مفتاح العلوم میں درسِ نظامی کا طالبِ علم تھا، ظہر کے بعد اور عصر سے پہلے کا وقت تھا اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ مدرسہ کے دارُالحدیث میں طلبہ کے بڑے مجمع سے خطاب فرما رہے تھے خطاب کے دوران عصر کی اذان شروع ہوگئی، ان دنوں مدرسہ مفتاح العلوم کی وسیع وعریض اور خوبصورت مسجد کی اذان کی خدمت حضرت مفتی رشید احمد صاحب میواتی دامت برکاتہم کے بیٹے مولوی مسعود صاحب زید مجدہٗ انجام دیا کرتے تھے (جو غالباً آج کل ساؤتھ افریقہ میں مقیم ہیں) اور ان کی اذان کی مقبولیت اور شہرت کا چرچا تقریباً پورے قصبہ میں عام تھا، لیکن حضرت شاہ صاحب رحمہ

اللہ نے بغیر لومۃ لائم کے ان کی دی جانے والی اذان میں بھی بعض اصلاحی امور کی نشاندہی فرمائی اور اس موضوع پر نہایت مؤثر نصائح بیان فرمائیں۔

اذان کا مسجد کی حدود میں پسند نہ فرمانا

اس کے علاوہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اذان کے بارے میں اس بات پر بھی تنبیہ فرمایا کرتے تھے، کہ اذان مسجد کی داخلی حدود میں نہ دی جائے، ان کا فرمانا تھا کہ فقہ کی کتابوں میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ "لایؤذن فی المسجد" یعنی مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔

اور اگر چہ بہت سے اہلِ علم حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ اذان کے مسجد کی اندرونی حدود میں دیئے جانے سے منع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس صورت میں آواز دور دراز تک نہ پہنچ پاتی تھی اور اذان کا جو اہم مقصد ''اعلان کرنا'' تھا، وہ حاصل نہیں ہو پاتا تھا اور آج کل چونکہ لاؤڈ اسپیکر چل گئے ہیں جن کے بڑے اسپیکر عموماً مساجد کے باہر یا اوپر چھت پر ہوتے ہیں اور لاؤڈ اسپیکر کی مشینری کی حفاظت کی غرض سے اذان دینے کے لئے مخصوص انتظام مسجد کی اندرونی حدود میں کیا جاتا ہے، لہٰذا ان حالات میں مسجد کی اندرونی حدود میں کھڑے ہو کر مائک پر اذان دینے میں کوئی حرج نہیں، البتہ اگر بسہولت مسجد سے باہر اسپیکر کا انتظام ہو سکے تو بہتر ہے (والتفصیل فی احسن الفتاویٰ ج۲ص۲۹۴، ۲۹۵) لیکن بہر حال حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اپنے مخصوص مزاج کی وجہ سے اصل طریقہ سے متجاوز ہونے کو گوارا نہیں فرماتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ لاؤڈ اسپیکر اور مائیک کا انتظام مسجد کی داخلی حدود سے باہر کرنا چاہئے، اس سلسلہ میں بھی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے موقف سے علمی درجہ کے اختلاف کا امکان ضرور موجود ہے، لیکن بایں ہمہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اخلاص، للّٰہیت اور اجتہادی امور میں اپنے دلائل پر مضبوطی سے قائم رہنے کو جتنی بھی داد دی جائے وہ کم معلوم ہوتی ہے

اقامت کے آداب کا اہتمام

نماز کی اقامت کے بارے میں بھی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اصول و آداب کی رعایت کرنے کی طرف بطورِ خاص متوجہ رہتے تھے، چنانچہ آپ اذان کے ساتھ ساتھ اقامت کے بارے میں بھی

بعض اہم آداب کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول فرمایا کرتے تھے، اذان واقامت کے سلسلہ میں آپ کی چند باتیں بطورِ خاص یاد رکھنے کی ہیں: (۱) ایک یہ کہ اذان واقامت کے تمام کلمات کو آخر میں ساکن پڑھا جائے (۲) دوسرے یہ کہ اذان میں ہر کلمہ کو ساکن کیا جائے اور وقف کیا جائے اور اقامت میں "اللہ اکبر" "اللہ اکبر" "اللہ اکبر" "اللہ اکبر" ان چاروں کلمات کو ایک سانس میں پڑھ کر سانس لیا جائے، اس کے بعد ہر دو دو کلمات ادا کر کے سانس لیا جائے، یہاں تک کہ "اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ" ان تینوں کلمات کو ایک سانس میں ادا کیا جائے (کذا فی احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۹۶)

حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم اپنے رسالہ "اذان واقامت کے چند ضروری مسائل اور کوتاہیاں" میں لکھتے ہیں:

"اذان واقامت کے کلمات کے آخر میں جزم کرنا مسنون ہے، کسی قسم کی کوئی حرکت نہ پڑھنی چاہیے، مثلاً "اللہ اکبر" کی "راء" کو "حی علی الصلاۃ" کی "تاء" کو اور "حی علی الفلاح" کی "حاء" کو حرکت نہ دینی چاہیے، بلکہ اذان کے ہر کلمہ پر حقیقتاً وقف کرنا چاہیے، البتہ پہلے "اللہ اکبر" کی "راء" کو دوسرے "اللہ اکبر" کے ساتھ ملاتے وقت اور تیسرے "اللہ اکبر" کی "راء" کو چوتھے "اللہ اکبر" سے ملاتے وقت پہلے اور تیسرے "اللہ اکبر" کی "راء" پر فتحہ (زبر) پڑھنا بھی درست ہے......اور اقامت کے کلمات کے آخر میں نیت وقف کی کرنی چاہیے اور ظاہر میں بغیر وقف کئے ملا کر پڑھنا چاہیے" (اذان واقامت ص ۳۶)

"اقامت میں حدر کے ساتھ جلدی جلدی پہلے ایک سانس میں چار مرتبہ "اللہ اکبر" کہنا چاہیے اس کے بعد باقی کلمات جو دو دو ہیں ان میں سے ہر دو کلمے ایک سانس میں ادا کرنے چاہئیں اور اقامت کے کلمات کے درمیان اذان کی طرح وقفہ نہیں کرنا چاہیے بعض حضرات ایک ہی سانس میں اقامت کے متعدد (کئی) کلمات یا آدھی سے زیادہ اقامت کہہ جاتے ہیں اس سے گریز کرنا چاہیے اور صحیح طریقہ سے اقامت کہنا

چاہئے“ (اذان واقامت ص ۲۷)

مسنون نماز اور مسنون قرائت کی اجتماعیت کا اہتمام

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا فرمانا تھا کہ انہوں نے بہت سے ائمہ حضرات کو قرائت سنت کے مطابق کرتے ہوئے پایا، لیکن نماز سنت کے مطابق پڑھاتے ہوئے نہیں پایا اور بہت سے ائمہ حضرات کو نماز سنت کے مطابق پڑھاتے ہوئے پایا، لیکن قرائت سنت کے مطابق کرتے ہوئے نہیں پایا، قراء حضرات اگر قرائت سنت کے مطابق کر لیتے ہیں تو نماز سنت کے مطابق نہیں پڑھا پاتے اور علماء حضرات اگر نماز سنت کے مطابق پڑھا دیتے ہیں تو قرائت سنت کے مطابق نہیں کر پاتے اور ایسے حضرات بہت کم ہیں جو دونوں چیزوں کو سنت کے مطابق انجام دیتے ہوں، اس لئے ائمہ حضرات کو چاہئے کہ دونوں چیزوں کو سنت کے مطابق انجام دینے کے جامع ہوں۔

وعظ ونصیحت کے بارے میں اختصار اور وقت کی پابندی کا اہتمام

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے وعظ ونصیحت کے بارے میں اہم ہدایت یہ تھی کہ اس کو بلاضرورت طول نہ دیا جائے، کیونکہ یہ آج کل لوگوں میں دین کی طرف سے لاپرواہی آجانے کی وجہ سے اُکتاہٹ اور دوری کا باعث ہے، ان حالات میں مختصر مختصر وقت میں لوگوں کو دین کی باتوں سے آگاہ کرنے کی کوشش کی جائے، تاکہ تھوڑی تھوڑی بات کا لوگوں کو محفوظ اور یاد رکھنا بھی آسان ہو اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو (جن میں مصروف ومشغول، جوان بوڑھے سب لوگ شامل ہیں) شرکت کا موقعہ حاصل ہو، اسی لئے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ بڑے بڑے مجمعوں میں نماز کے بعد صرف دس منٹ یا اس کے لگ بھگ وقت تک بیان فرمایا کرتے تھے اور اس سے پہلے مقررہ وقت تک بیان کا خود ہی اعلان بھی فرما دیا کرتے تھے اور بیان کے وقت جیب گھڑی ہاتھ میں پکڑ کر مقررہ وقت کی پابندی کا لحاظ بھی فرمایا کرتے تھے اور اسی غرض کے لئے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ایک مستقل کتاب بھی ”ایک منٹ کا مدرسہ“ کے نام سے تالیف کرائی تھی، جو بے شمار مقامات پر مساجد میں نماز کے بعد پڑھ کر سنائی جاتی رہی اور سنائی جاتی ہے جس کی بدولت عامۃ الناس

کو تھوڑے وقت میں بہت اہم اہم چیزیں معلوم ہو جاتی ہیں۔

اس سلسلہ میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا فرمانا تھا کہ وضو میں صرف چار فرائض ہیں، اگر ایک ایک فرض بھی لوگوں کو روزانہ یاد کرایا جائے بلکہ بتلایا جائے تو صرف چار دنوں میں وضو کے مکمل فرائض سیکھے جاسکتے ہیں، اسی طرح نماز کے فرائض وواجبات کا بھی معاملہ ہے، مگر لوگ ساری زندگی وضو اور نماز کا اہتمام کرنے والے گِنے چنے دین کے اِن اہم احکامات سے بھی نابلد و ناآشنا رہتے ہیں۔

بیدار مغزی اور حفظِ حدود

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ ہر چیز کی طرف نظر رکھا کرتے تھے اور بیدار مغزی کا یہ عالَم تھا کہ آپ ایک چیز میں مصروف ہونے کی صورت میں دوسری چیزوں سے غافل نہیں ہوا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ پاکستان میں ایک شہر سے دوسرے شہر کے لئے جہاز کے ذریعہ سے سفر فرما رہے تھے، حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم بھی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ اس سفر میں شریک تھے، جہاز میں حسبِ معمول جب کھانے پینے کی اشیاء لائی گئیں تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ان اشیاء کے استعمال سے معذرت فرمادی اور حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس وقت ہم فلاں صاحب کے ہاں مہمان ہیں انہوں نے کھانے کا اہتمام کیا ہوگا، اب یہاں جہاز میں کھانے پینے سے میزبان کے یہاں پہنچ کر کھایا پیا نہیں جاسکے گا جس سے مہمان کی حق تلفی ہوگی، لہٰذا میں نے مہمان کی حق تلفی سے بچنے کے لئے معذرت کی ہے۔

وعدہ فرمانے کا انداز

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی ایک پسندیدہ عادت یہ تھی کہ جب کسی سے کوئی وعدہ فرماتے تو احتیاطاً ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کرتے تھے کہ ''بشرطیکہ کوئی عذر پیش نہ آیا''۔

اس سے حضرت کا مقصود یہ ہوتا تھا کہ عذر انسان کے لئے آنی جانی چیز ہے، کس وقت کیا عذر پیش آجائے اس کا کچھ علم نہیں، وعدہ کر لئے جانے کے بعد دوسرا شخص ہر قسم کے اعذار سے بے فکر ہو کر

منتظر ہو بیٹھتا ہے، اور ساتھ ہی عمل درآمد نہ ہونے کی صورت میں دوسرے کی طرف سے بدگمانی اور دوسرے کی ایذاء رسانی میں بھی مبتلا ہوتا ہے۔ اس لئے وعدہ کرنے کے ساتھ ہی اس قسم کے الفاظ استعمال کر کے دوسرے کو پہلے سے خبردار کر دینا بہتر ہے۔

علماء وعوام کا آپ کی طرف رجوع

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی جُہدِ مسلسل، تقویٰ، اخلاص اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ہی اثر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو مرجعِ خلائق بنا دیا تھا اور آپ کی ذات پر بڑے بڑے اہلِ علم حضرات کو مجتمع ومتفق فرما دیا تھا اور صرف یہی نہیں بلکہ علمی حلقوں کے ساتھ ساتھ عوام میں بھی آپ کو قبولیتِ عامہ سے سرفراز فرما دیا تھا۔

چنانچہ ہندوستان کے مختلف اطراف میں بہت سے مدارس ومساجد ایسی تھیں جہاں تدریس، امامت، خطابت اور مؤذنی وغیرہ کی خدمات پر اس وقت تک تقرری عمل میں نہ آتی تھی جب تک کم از کم تجوید کی بنیادی اور دیگر ابتدائی امور کی اصلاح کی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے یہاں سے سند واجازت نہ مل جایا کرتی تھی۔

اسی لئے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے یہاں دوسرے مدارس سے درسِ نظامی سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اور بڑی عمر کے افراد بھی تجوید اور اذان واقامت اور نماز کی اصلاح کے لئے رجوع فرمایا کرتے تھے۔

معروفات سے زیادہ منکرات کی اصلاح

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے بارے میں بھی منکرات کی اصلاح پر زیادہ توجہ فرمایا کرتے تھے، آپ کا فرمانا تھا کہ دنیا میں روز بروز منکرات میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے اور امر بالمعروف کی ادائیگی کا تو اہتمام کسی درجہ میں ہو رہا ہے لیکن نہی عن المنکر کے باب میں بہت کوتاہی پائی جاتی ہے، اس لئے نہی عن المنکر کے لئے مستقل ادارے اور شعبے قائم کر کے کام کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا فرمانا تھا کہ کبھی بھی امر بالمعروف یا نہی عن المنکر سے فتنہ وفساد پیدا نہیں ہوتا اور اگر کہیں اس کے نتیجہ میں فتنہ فساد پیدا ہوتا ہوا دکھائی دے تو وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے طریقہ میں بگاڑ کی وجہ سے ہے۔ اس لئے اس ذمہ داری کو ادا کرتے ہوئے انداز نہایت محتاط ہونا چاہئے، اس موقع پر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ نکیر تو ہو لیکن تحقیر نہیں ہونی چاہئے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ نکیر کرتے وقت دوسرے کی تحقیر سے بچنے کا بہت زیادہ اہتمام ہونا چاہئے۔

دین کا کام کرنے والوں کو ایک دوسرے کا رفیق ومعاون فرمانا

دین کا کام مختلف طریقوں سے کرنے والی تنظیموں کے بارے میں آپ کا فرمانا تھا کہ جو جو حضرات بھی مختلف طریقوں سے دین کے کسی بھی شعبہ میں کام کررہے ہیں وہ ایک دوسرے کے رفیق اور معاون ہیں، فریق یا معاند نہیں اور فرماتے تھے کہ رفیق اور فریق کے حروف ایک ہی ہیں، صرف ترتیب میں فرق ہے، مگر ہم لوگ ایک دوسرے کو رفیق کے بجائے فریق اور معاون کے بجائے معاند سمجھتے ہیں۔

جامعہ اشرفیہ لاہور میں علماء سے خطاب

ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ مجلس صیانۃ المسلمین کے اجتماع کے موقع پر لاہور تشریف لائے ہوئے تھے، اس موقع پر جامعہ اشرفیہ کی مسجد ''الحسن'' میں خاص اہلِ علم حضرات کے لئے ایک مخصوص نشست رکھی گئی تھی، جس میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اہلِ علم اور دینی مدارس ومساجد میں پائی جانے والی بعض اہم قابلِ اصلاح چیزوں پر مفصل ومدلل انداز میں روشنی ڈالی اور نہایت دلسوزی اور لجاجت کے انداز میں اہلِ علم حضرات کو اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح سمجھنے اور ان کو انجام دینے کی طرف متوجہ فرمایا، اس نشست میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر مثال کے طور پر کوئی مہتمم صاحب اسّی سال تک کسی مدرسہ کی خدمت کرتے رہے اور اسّی سال بعد یکا یک اپنے مدرسہ کے قریب ایک اور دینی مدرسہ قائم ہوگیا اور اس کے قائم ہونے پر

مذکورہ اسّی سال تک دینی خدمات انجام دینے اور مدرسہ چلانے والے مہتمم صاحب نے اپنے دل میں اختیاری درجہ کی کُڑھن، چُبھن، جلن اور حسد کی کیفیت محسوس کی اور دوسرے کے اس عمل پر ناگواری ہوئی تو صرف اتنی بات سے معلوم ہوگیا کہ ان صاحب میں اخلاص کی کمی ہے اور ان کی اسّی سالہ خدمات میں کھوٹ شامل ہے اور اندیشہ ہے کہ اسّی سالہ خدمت بارگاہِ الٰہی میں شرفِ قبولیت حاصل نہ کرسکے، حالانکہ ایسے موقع پر تو مذکورہ مہتمم صاحب کو خوش ہونا چاہئے تھا اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا چاہئے تھا کہ دین کی خدمت کرنے کے لئے ایک اور رفیقِ کار اور معاون میسر آ گیا اور اپنے کاندھوں سے ذمہ داری کا بوجھ ہلکا اور تقسیم ہوگیا، اسی نشست میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے دینی مدارس میں مالیات کے معاملہ میں سخت احتیاط برتنے اور بالغ و نابالغ طلبہ کے اختلاط سے اجتناب کرنے پر بھی زور دیا، اس نشست میں بندہ نے شرکت سے بہت فائدہ محسوس کیا اور بڑوں سے سنی ہوئی کئی بھولی بسری باتوں کا تکرار ہوگیا اور کئی نئی نئی باتوں کا بھی علم حاصل ہوا۔

جھاڑ فانوس جلانے اور لٹکانے پر ایک نکتہ کی بات

مجلس صیانۃ المسلمین کے اجتماع کے اسی دورہ کے موقع پر ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ مغرب کے بعد جامعہ اشرفیہ کے دارُالاُفتاء کے مرکزی دروازے کے بالکل سامنے والے کمرے میں تشریف فرما تھے، سامعین و حاضرین اور مستفیدین کی بڑی تعداد بھی موجود تھی۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری تھا، اسی دوران حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے کمرہ کی چھت میں نصب شدہ جھاڑ فانوس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک تو اس کے لگانے کا حکم ہے اور ایک جلانے کا حکم ہے اور دونوں حکم الگ الگ نوعیت رکھتے ہیں، جس پر کچھ دیر خاموشی رہی، اسی اثناء میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا کسی اور مقام سے بلاوا آ گیا، جہاں حضرت کی طرف سے پہلے سے تشریف لے جانے کا طے تھا، چنانچہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ یہ فرما کر رخصت ہوگئے کہ اس موضوع پر بقیہ گفتگو ان شاء اللہ تعالیٰ کل ہوگی، اگلے دن

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے وعدہ کے مطابق اپنی اس گفتگو کی تکمیل فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جہاں تک جھاڑ فانوس لگانے کا معاملہ ہے تو اگر ریاء ودکھلاوے اور نمود ونمائش کی نیت نہ ہو بلکہ زینت کی نیت ہو تو جھاڑ فانوس کا لگانا جائز ہے اور کوئی گناہ نہیں، لیکن اس کو جلانا اور چلانا گناہ ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں کافی تعداد میں بلب لگے ہوئے ہوتے ہیں، جن کی عام طور پر ضرورت نہیں ہوتی، ضرورت تو ایک بلب کی ہوتی ہے اور وہ ایک بلب جلانے سے بھی پوری ہوجاتی ہے مگر جھاڑ فانوس میں ایک ساتھ کافی تعداد میں غیر ضروری بلب روشن ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے اسراف اور فضول خرچی لازم آتی ہے، اور فضول خرچی واسراف کے گناہ اور ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

مساجد میں سفید رنگ کو پسند فرمانا

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ مساجد میں سفید رنگ کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے اور دوسرے رنگوں کو پسند نہیں فرماتے تھے، آپ کا فرمانا تھا کہ احادیث میں سفید رنگ کی ترغیب آئی ہے تو ایک انسان کے جسم پر تو سفید رنگ کے کپڑوں کو افضل قرار دیا جائے مگر اللہ تعالیٰ کے گھر میں اس کو افضل قرار نہ دیا جائے، یہ کیسی تعجب والی بات ہے؟

محراب والی سمت میں ہیٹر اور بلب وغیرہ کو پسند نہ فرمانا

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ مساجد کی قبلہ والی سمت میں گیس کے ہیٹر نصب کرنے اور ٹیوب لائٹ اور بلب لگانے کو بھی پسند نہ فرماتے تھے، آپ کا کہنا تھا کہ ان چیزوں کو جلتے ہوئے ہونے کی حالت میں آگ سے مشابہت حاصل ہے اور آگ کا نمازی کے سامنے ہونا شرعاً پسند نہیں کیا گیا، کیونکہ اس میں آگ پرستوں کے عمل کے ساتھ ایک درجہ میں مشابہت پائی جاتی ہے۔
اگرچہ اس موقعہ پر بھی اہلِ علم حضرات کی طرف سے یہ توجیہ ممکن ہے کہ اس طرح کی آگ کی عبادت آگ پرست نہیں کرتے اور مشابہت اسی چیز میں لازم آتی ہے جس کی عبادت کی جاتی ہو، لہٰذا جلتے ہوئے بلب، ٹیوب لائٹ اور گیس یا بجلی کے ہیٹر کے سامنے ہوتے ہوئے نماز پڑھنے

میں کوئی حرج نہیں۔

لیکن بات یہاں بھی حضرت شاہ صاحب کے اخلاص، للّٰہیت اور تقوے کی آجاتی ہے کہ انہوں نے اپنے تئیں جس چیز کو حق و سچ سمجھا اس کی تبلیغ میں کوئی کوتاہی نہیں فرمائی۔

اسی نکتۂ نظر سے ہمیں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی ان نصیحتوں کو ملاحظہ کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ذوق کا لحاظ

اسلامی مجلس ہند کے جنرل سیکرٹری .... صاحب زید مجدہٗ کی طرف سے مؤرخہ ۲۳ رذی الحجہ ۱۴۱۸ھ ۲۱ راپریل ۱۹۹۸ء کو قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر یو۔پی، ہندوستان میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی یاد میں ایک بین الاقوامی تذکار منعقد کرنے کا اعلان ہو چکا تھا (ماخوذ از ماہنامہ "الصیانۃ" لاہور، مارچ ۱۹۹۸ء ص ۵۷)

اور حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ غالباً سفرِ حج کو جاتے ہوئے انڈیا سے پاکستان تشریف لائے ہوئے تھے اور کراچی میں مقیم تھے کہ اسی دوران حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو اس اجتماع میں اپنی شرکت کے متوقع ہونے کا خط موصول ہوا جو کہ کراچی کے ایک اور صاحب کے نام آیا تھا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تو اس قسم کی تذکار منعقد کرنے کے پہلے ہی سے حق میں نہ تھے اور اس پر مستزاد یہ کہ جب اپنی شرکت کے قبول کر لینے کی اطلاع کا علم ہوا تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو اس کا سخت صدمہ ہوا اور کراچی ہی سے اس سلسلہ میں ایک وضاحتی اور تردیدی خط ارسال فرمایا، جس کا مضمون درج ذیل تھا:

عزیز مکرم مولانا............ سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔دہلی میں آپ کا دعوت نامہ ۱۹ رمارچ کو موصول ہوا، حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اگر بحیات ہوتے تو کیا اس طرح کی تذکار کی اجازت عطا فرماتے؟ یہ طریقۂ کار حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے مذاق کے بالکل خلاف ہے۔ احقر

اس نوع کی تحریک میں بوجوہ شرکت سے معذور ہے۔

نیز مولانا.........صاحب کا جوخط (کراچی میں) ڈاکٹر قرار صاحب کے نام آیا ہے اس میں یہ جملہ دیکھ کر نہایت صدمہ ہوا، اور اس بے اُصولی اور کذبِ صریح پر سخت تعجب ہوا۔ وہ جملہ یہ ہے کہ

''حضرت والا ہردوئی نے بھی بشرطِ صحت وعدہ فرمالیا ہے''

اس تحریر کا ثبوت راقمِ تحریر کے پاس کیا ہے؟ تجربہ یہ ہے کہ اس طرح کے عظیم الشان اجتماعات عموماً منکراتِ شرعیہ سے محفوظ نہیں رہتے، اور صدمہ یہ ہے کہ ان کو منکر بھی نہیں سمجھتے، یہ مفسداتِ اعتقادیہ باعثِ غم مستزاد ہیں، فقہ کا قاعدہ کلیہ جس کو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ المسمی بالمرقاۃ میں ارقام فرمایا ہے ''لَا یَجُوْزُ الْحُضُوْرُ عِنْدَ مَجْلِسٍ فِیْهِ الْمَحْظُوْرُ'' (کہ ایسی مجلس میں حاضر ہونا جائز نہیں جس میں کوئی گناہ کا کام ہو رہا ہو۔ ناقل) اور غالب گمان قریب بہ یقین ہے کہ اکثر عمائدِ دین بھی فوٹو کشی سے تحفظ اور وصولیِ چندہ کے شرعی حدود میں اعتدال اور احتیاط کا اہتمام نہیں کرپاتے، خاص کر جب اہلِ حکومت بھی اپنا اخلاقی فریضہ سمجھ کر شرکت کریں اور بین الاقوامی فخر اور عزت کے لئے ٹی وی پر تشہیر کو ضروری سمجھیں تو پھر منکرات سے تحفظ کا کس قدر صبر آزما اور حوصلہ شکن امتحان سے دوچار ہونا پڑے گا۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی تعلیمات بحمد اللہ تعالیٰ تمام کائنات میں حضرت والا کے خدام سے اور خدام کے خدام سے جاری ہیں اور افادہ اور استفادہ افاضہ اور استفاضہ کا سلسلہ جاری ہے، اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت سے اس خیر کو تابندہ، پائندہ اور درخشندہ رکھیں۔ آمین۔ ونعم ما قال الرومی رحمہ اللہ ؎

آفتاب عاشقاں تابندہ ۔۔۔ بوستاں عاشقاں سرسبز باد

(دستخط حضرت مولانا) ابرارالحق راقم الحروف

۲۳/ذوقعدہ ۱۴۱۸ھ، ۲۳/مارچ ۱۹۹۸ء۔ کراچی

مذکورہ اجتماع میں عالمِ اسلام کی جس مشہور شخصیت کی شرکت متوقع تھی اور ہندوستان بھر میں اس شخصیت کی شرکت کا انتظار تھا بلکہ بہت سے افراد اس شخصیت کی زیارت کے لئے ہی اجتماع میں

تشریف لا رہے تھے وہ شخصیت شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی تھی، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم خود بھی ذہنی بلکہ عملی طور پر اس اجتماع میں شرکت کے لئے تیار تھے، لیکن "بروایت جناب حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم" جب حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کو حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ کی عدمِ شرکت بلکہ ناپسندیدگی کا علم ہوا تو آپ نے "قطع نظر اس اجتماع کی شرعی حیثیت کے" اس اجتماع میں شرکت کو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے آخری خلیفہ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ کے علی الرغم سمجھ کر حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ کے ادب واحترام کی خاطر اس اجتماع میں شرکت سے معذوری ظاہر فرمادی۔

منکرات پر سخت نکیر

یہ اس وقت کی بات ہے جب ہندوستان میں ایک بہت بڑے بزرگ "حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی رحمہ اللہ" کا ہندوستان کے "لکھنؤ" شہر میں انتقال ہوگیا تھا اور کیونکہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی رحمہ اللہ کا مستقل قیام ہندوستان کے شہر "باندا" میں تھا جہاں حضرت رحمہ اللہ کی زیرِ نگرانی ایک بڑا جامعہ بھی تھا، حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ اس وقت حیات تھے اور آپ کا حضرت مولانا صدیق احمد باندوی صاحب رحمہ اللہ سے گہرا تعلق بھی تھا، حضرت باندوی صاحب رحمہ اللہ کے لکھنؤ میں انتقال ہوجانے کے بعد ان کی میت کو بعض وجوہات کی بناء پر باندا شہر لے جا کر دفن کیا گیا، جبکہ دونوں شہروں کا فاصلہ بہت زیادہ تھا اور شریعت کی طرف سے کسی کے فوت ہونے کے بعد اس کی میت کو اتنی دور منتقل کرنا پسند نہیں کیا گیا، اس پر حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے سخت ناگواری اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا، یہاں تک کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے حضرت باندوی صاحب رحمہ اللہ کے جنازہ میں شرکت نہ کرنے اور ان کے مزار پر نہ جانے کا حلف اُٹھالیا، جس سے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا مقصود شریعت کی طرف سے ایک ناپسندیدہ عمل کی حوصلہ شکنی کرنا اور لوگوں کو اس عمل کی بُرائی پر

متنبہ کرنا تھا، ظاہر ہے کہ ایک مقتداء اور ذمہ دار شخص کی طرف سے اس طرح کی قولی تبلیغ کے ساتھ فعلی اور حالی تبلیغ بھی بہت اہمیت کی حامل ہے، جس کے نتیجہ میں علماء اور عوام میں یہ مسئلہ زیرِ بحث آیا کہ اس طرح کا ردِ عمل اختیار کرنا کیا شرعاً جائز بھی ہے یا نہیں، حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ کے مدرسہ ''اشرفُ المدارس'' ہردوئی سے اس پر مفصّل فتویٰ جاری ہوا جس پر ہندوستان کے بڑے بڑے مدارس کی طرف سے تصدیقات حاصل ہوئیں، پھر یہ فتویٰ پاکستان کے بڑے جامعات میں بھی غور کے لئے بھیجا گیا، پاکستان کے بعض مدارس سے بھی اس فتوے پر آراء لکھی گئیں، اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی کی طرف سے مؤرخہ ۵/۱/۱۴۱۹ھ کو جو رائے تحریر کی گئی وہ بہت مدلّل و مفصّل تھی، اس کا ایک اقتباس یہاں ذیل میں قارئین کے استفادہ کے لئے نقل کیا جا رہا ہے:

''سب سے پہلے تو یہ سمجھنا چاہئے کہ ہم بحیثیت مسلمان تکوینی اُمور کے مکلف نہیں، بلکہ احکامِ شریعت کے مکلف ہیں لہٰذا اگر کسی شخص کے بارے میں یہ مقدّر ہو کہ وہ فلاں جگہ پر دفن ہوگا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس جگہ دفن کرنا شرعاً جائز یا مناسب تھا...... لہٰذا صورتِ مسئولہ میں یہ استدلال درست نہیں ہے کہ چونکہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس شہر میں دفن نہیں کیا گیا جہاں ان کی وفات ہوئی بلکہ دوسرے شہر لے جایا گیا لہٰذا شرعاً بھی ایسا ہی ہونا چاہئے تھا، البتہ اصل دارومدار اس بات پر ہے کہ شرعاً میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر لے جا کر دفن کرنا کیا حیثیت رکھتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے خود فقہائے حنفیہ کے بھی اس میں مختلف اقوال ہیں، بعض حضرات اس کو جائز کہتے ہیں اور بعض مکروہ، جن میں سے بعض نے اس کے مکروہِ تحریمی ہونے کی بھی تصریح کی ہے لہٰذا یہ بات واضح ہے کہ میت کو اسی شہر کے قبرستان میں دفن کرنا چاہئے، جہاں اس کا انتقال ہوا ہو، اور بلا عذر دوسرے شہر کی طرف منتقل کرنا نہیں چاہئے، لہٰذا اگر کسی بزرگ نے اس شرعی مسئلہ پر عمل کے لئے میت کو دوسرے شہر لے جانے سے منع کیا جبکہ ہمارے زمانہ میں اس نقل مکانی پر دوسرے متعدد مفاسد بھی مرتب ہونے لگے ہیں تو اس کو موردِ طعن بنانا ہرگز درست نہیں، بالخصوص جبکہ اس بزرگ کی حیثیت ایک مقتدا کی ہو اور وہ لوگوں کی اصلاح اور تربیت کی

خاطر ایسا کرے، یہ اور بات ہے کہ شریعت میں نکیر کے بھی مختلف درجات ہوتے ہیں اور کسی غلط بات پر نکیر اس کی نکارت اور مفاسد کے بقدر ہی ہونی چاہئے۔

صورتِ مسئولہ میں نکیر کے لئے جو نمازِ جنازہ پڑھنے سے انکار اور میت کی قبر پر نہ جانے کی قسم کھانا مذکور ہے اس میں کوئی بات شرعاً ناجائز نہیں کیونکہ نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے اس لئے کسی کی نمازِ جنازہ میں شرکت نہ کرنے کو جبکہ دوسرے لوگوں نے اس کی نماز پڑھی ہو، ناجائز نہیں کہا جاسکتا ہے، اسی طرح کسی قبر پر جانا کوئی واجب نہیں ہے اس لئے وہاں نہ جانے کا عزم ظاہر کرنا یا اس پر قسم کھانا ایسا امر ہے کہ اس کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا، رہی یہ بات کہ اس مسئلہ میں نکیر جس درجہ کی کی گئی وہ زیادہ مناسب تھی یا اس سے کم درجہ کی نکیر بھی کافی ہوسکتی تھی تو اس میں آراء مختلف ہوسکتی ہیں اور مختلف حالات میں اس کا جواب مختلف ہوسکتا ہے، لہٰذا جس درجہ کی نسبتاً سخت نکیر سوال کے پہلے جواب میں مذکور ہے اس کو بھی شرعاً ناجائز نہیں کہا جاسکتا اور اس سے نرم درجہ کی نکیر بھی اصولاً جائز اور کافی ہے" (ملاحظہ ہو فتاویٰ عثمانی ج ا ص ۶۲۸ تا ۶۲۹، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن کراچی نمبر ۱۴)

مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اپنی تفسیر معارفُ القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

"روکنے ٹوکنے کا معاملہ صرف اُن مسائل میں ہوگا جو اُمت میں مشہور و معروف ہیں، اور سب کے نزدیک متفق علیہ ہیں، اجتہادی مسائل جن میں اُصولِ شرعیہ کے ماتحت رائیں ہوسکتی ہیں ان میں روک ٹوک کا سلسلہ نہ ہونا چاہئے" (معارف القرآن ج ۲ ص ۱۴۱)

"اجتہادی اختلاف میں کوئی جانب منکر نہیں ہوتی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ماتحت اس پر نکیر کیا جائے" (معارف القرآن ج ۲ ص ۱۴۳)

مگر یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ بہت سے اجتہادی فقہی احکام ایسے ہیں جو مثلاً فقہ حنفی کی رُو سے واجب، سنتِ مؤکدہ یا مکروہِ تحریمی وغیرہ ہیں اور دوسرے فقہاء کے نزدیک رائے اس سے مختلف ہے، اگر ان کی خلاف ورزی ایک حنفی مقلد کرتا ہے تو کیا وہاں نہی عن المنکر کے تحت روک ٹوک نہیں

کی جائے گی؟ جبکہ واجب، سنتِ مؤکدہ اور مکروہِ تحریمی کی خاص اصطلاحات اور ان کی تعریفات روک ٹوک کی مقتضی ہیں جن کی رُو سے خلاف ورزی کرنے پر ایک مقلد انسان فاسق، گنہگار اور حضور ﷺ کی شفاعت تک سے بعض صورتوں میں محروم قرار دیا گیا ہے۔ اگر ایسے مواقع پر روک ٹوک نہیں کی جائے گی تو پھر مثلاً ایک حنفی مقلد قرائت خلف الامام کرتا ہے یا حُرمتِ مصاہرت کی بعض ایسی صورتوں میں مبتلا ہے جو دوسرے فقہاء کے نزدیک مختلف فیہ ہیں تو ایسے مواقع پر منع کرنے اور روک ٹوک کرنے کے سلسلہ میں کیا ردِّعمل اختیار کیا جائے گا؟

اسی طرح مثلاً ایک حنفی مقلد گوہ (چھپکلی کی شکل کا بڑا جانور جسے عربی میں ''ضب'' کہا جاتا ہے) کھاتا ہے جو فقہ حنفی کی رُو سے ناجائز اور فقہ شافعی کی رُو سے جائز ہے تو کیا ایسے شخص پر روک ٹوک نہیں کی جائے گی؟

بندہ کا خیال یہ ہے کہ قرآن کی خاص زبان کا منکَر اور فقہی منکر دو الگ الگ چیزیں ہیں؟ نیز مختلف فیہ و مجتہد فیہ مسائل میں فی نفسہٖ منکر ہونے اور فی غیرہٖ ہونے کے اعتبار سے فرق ہے؟ مثلاً ایک چیز ایک امام کے مقلد کے حق میں ہوسکتا ہے منکر ہو لیکن دوسرے امام کے مقلد کے حق میں اور قرآن کی خاص اصطلاح میں منکر نہ ہو۔

چنانچہ احکام القرآن للتھانوی میں ہے:

وبالجملة فالمنكر مايكون منكراً عندفاعلهٖ الاترىٰ ان الحنفى لايُنكِرُ علىٰ شافعى يأكل لحم الخيل لكونهٖ لايراهُ منكراً (احکام القرآن للتھانوی جلد ۲ صفحہ ۵۴)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے چند اصول

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں شریعت کی طرف سے کچھ اصول مقرر کئے گئے ہیں، جن کی رعایت کرنا ضروری ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں فرماتے ہیں:

"بہر حال، اگر کوئی شخص فرائض اور واجبات میں کوتاہی کر رہا ہو یا کسی واضح گناہ میں مبتلا ہو تو اس کو تبلیغ کرنا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا فرض ہے، جس کی تفصیل اوپر عرض کر دی، شریعت کے بعض احکام ایسے ہیں جو فرض و واجب نہیں ہیں بلکہ مستحب ہیں، مستحب کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اس کو کرے گا تو ثواب ملے گا، نہیں کرے گا تو کوئی گناہ نہیں یا شریعت کے آداب ہیں جو علماءِ کرام بتاتے ہیں، ان مستحبات اور آداب کے بارے میں حکم یہ ہے کہ لوگوں کو ان کی ترغیب تو دی جائے گی کہ اس طرح کر لو تو اچھی بات ہے، لیکن اس کے نہ کرنے پر نکیر نہیں کی جائے گی، اگر کوئی شخص اس مستحب کو انجام نہیں دے رہا ہے تو آپ کے لئے اس کو طعنہ دینے یا ملامت کرنے کا کوئی جواز نہیں کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟ ہاں! اگر کوئی تمہارا شاگرد ہے یا بیٹا ہے یا تمہارے زیر تربیت ہے مثلاً تمہارا مرید ہے تو بے شک اس کو کہہ دینا چاہئے کہ فلاں وقت میں تم نے فلاں مستحب عمل کو چھوڑ دیا تھا، یا فلاں ادب کا لحاظ نہیں کیا تھا، اس کو کرنا چاہئے۔ لیکن اگر ایک عام آدمی کوئی مستحب عمل چھوڑ رہا ہے تو اس صورت میں آپ کو اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں" (اصلاحی خطبات ج ۸ ص ۴۷ و ۴۸)

بعض اعمال ایسے ہیں جو شرعی اعتبار سے مستحب بھی نہیں ہیں اور قرآن وحدیث میں ان کو مستحب قرار نہیں دیا گیا، البتہ بعض علماء نے ان کو آداب میں شمار کیا ہے، مثلاً بعض علماء نے یہ ادب بتایا ہے کہ جب کھانا کھانے کے لئے ہاتھ دھوئے جائیں تو ان کو تولیہ یا رومال وغیرہ سے پونچھا نہ جائے، اسی طرح یہ ادب بتایا کہ دستر خوان پر پہلے تم بیٹھ جاؤ، کھانا بعد میں رکھا جائے، اگر کھانا پہلے لگا دیا گیا، تم بعد میں پہنچے تو یہ کھانے کے ادب کے خلاف ہے، قرآن وحدیث میں یہ آداب کہیں بھی موجود نہیں ہیں، لیکن علمائے کرام نے یہ کھانے کے آداب بتائے ہیں، ان کو مستحب کہنا بھی مشکل ہے۔ اب اگر ایک شخص نے ان آداب کا لحاظ نہ کیا مثلاً اس نے کھانے کے لئے ہاتھ دھو کر تولیہ سے پونچھ لئے یا دستر خوان پر کھانا پہلے لگا دیا گیا اور وہ شخص بعد میں جا کر بیٹھا تو اب اُس شخص پر اعتراض کرنا اور اس کو یہ کہنا کہ تم نے شریعت کے خلاف یا سنت کے خلاف کام کیا یہ بات درست نہیں، اس لئے کہ یہ آداب نہ تو شرعاً سنت ہیں اور نہ مستحب ہیں، اس لئے ان آداب کے ترک کرنے والے پر اعتراض اور نکیر کرنا درست نہیں" (اصلاحی خطبات ج ۸ ص ۴۹)

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی بعض خلافِ مستحب اور خلافِ ادب اُمور پر تنبیہ کرنے کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب کچھ یا تو اپنے مریدین ومتبعین کو نصیحت کرنے کے لئے تھا یا پھر لوگوں کو ان مستحبات وآداب پر مطلع یا آگاہ کرنے کے لئے تھا، ممکن ہے بعض مواقع پر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے غلبۂ حال کی وجہ سے کچھ تشدد ظاہر ہوجاتا ہو، لیکن اس کے باوجود حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اخلاص وجرأت اور بلند ہمتی کو تسلیم کئے بغیر کوئی چارۂ کار نظر نہیں آتا، بہرحال جو کچھ بھی ہو، اس سلسلہ میں عام لوگوں کے لئے شرعی اصول اور ضابطہ وہی ہے جو حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے حوالہ سے گزرا۔

آپ کی ایک مرتبہ اسلام آباد آمد کے واقعات

ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ جناب حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتھم کی دعوت پر (مجلس صیانۃ المسلمین، لاہور کے اجتماع سے فارغ ہوکر) اسلام آباد تشریف لائے، اسلام آباد کے بعض ممتاز اہلِ علم حضرات کو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی اسلام آباد آمد کا پہلے ہی علم ہوگیا تھا، اس لئے مختلف مقامات پر پے درپے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے متعدد بیانات کا اعلان ہوچکا تھا، جس میں فجر کی نماز سے لے کر شام تک کی نمازوں کے بعد کے اوقات کے علاوہ درمیان میں بھی کچھ مخصوص بیانات طلبہ وعلما کے لئے ترتیب دیئے گئے تھے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو ہسار مسجد ایف ۶/۳ ، اسلام آباد میں غالباً عشاء کی نماز ادا فرمانے کے بعد حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کے دولت خانہ پر تشریف لائے جہاں حضرت کے قیام کا انتظام تھا، گرمی کا موسم ہونے کی وجہ سے صحن میں کرسیوں پر نشستوں کا انتظام کیا گیا تھا اور وہاں تشریف فرمانے کے بعد حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اگلے دن کے معمولات کے بارے میں استفسار فرمایا، جس کے جواب میں بعض حضرات نے پہلے سے ترتیب دیئے گئے تمام پروگراموں کی تفصیل بتلائی، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے غور سے سماعت فرمانے کے بعد فرمایا کہ اس پورے نظامُ الاوقات میں آرام اور کھانے کا کوئی ذکر نہیں، جس پر عرض کیا گیا کہ

فلاں فلاں وقت آرام اور کھانے وغیرہ کا ہوگا۔

اس پر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ تو ٹھیک ہے، لیکن میں ایک انسان ہوں، کوئی فرشتہ نہیں ہوں، لہٰذا آرام اور طعام کی بھی ضرورت ہے اور اس کا بھی بیانات کے ساتھ ساتھ ذکر کرنا ضروری تھا، بہرحال اس کے بعد حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک شہر میں اتنے سارے مقامات پر بیانات رکھنے کی کیا ضرورت تھی، کسی بھی ایک مرکزی مقام پر بیان رکھ لیا جاتا اور شہر کے دیگر افراد کو اطلاع دے دی جاتی، اس طرح ایک ہی وقت میں سب افراد شریک ہوکر بیان سُن لیتے، عرض کیا گیا کہ لوگ مختلف مقامات پر رہتے ہیں اور مختلف مقامات پر بیانات ہونے سے بہت سے افراد کو مستفید ہونے کا موقعہ مل جائے گا، اس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں ہندوستان سے پاکستان تک پہنچ گیا ہوں تو کیا ایک شہر اسلام آباد کے لوگ کسی ایک مقام پر جمع نہیں ہوسکتے؟ اور لاہور میں فلاں مقام پر وعظ ہوا تھا، شہر کے دور دراز کے حصوں سے لوگ پہنچ گئے اور ایک جگہ پر جمع ہوکر سب نے وعظ سنا۔

لہٰذا ان سب بیانات کو کسی ایک بڑی جگہ مدغم اور جمع کرلیا جائے، عرض کیا گیا کہ اب تو مختلف اور متفرق مقامات پر بیانات کا اعلان ہوچکا ہے اور وقت پر لوگ وعظ سُننے کے لئے پہنچ جائیں گے اور آپ کے موجود نہ ہونے پر مایوس ہوں گے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جن حضرات نے اعلانات کئے ہیں، ان اعلانات کے ذمہ دار وہ اعلان کنندہ حضرات خود ہیں، کیونکہ میرے سے معلوم کرکے اور اجازت لے کر مختلف مقامات پر بیانات طے نہیں کئے گئے، لہٰذا اب اس کی تلافی کا طریقہ یہ ہے کہ متعلقہ حضرات خود اپنے اپنے مقامات پر اعلان کریں کہ:

> ”ہم سے یہ غلطی ہوگئی تھی کہ معلوم کئے بغیر اور اجازت لئے بغیر متفرق مقامات پر وعظ طے کردیئے تھے اور بوجوہ اتنی جگہ وعظ نہیں ہوسکیں گے، البتہ فلاں مقام پر وعظ ہوگا، جو حضرات چاہیں وہاں شریک ہوجائیں اور ہم عجلت اور جلد بازی میں اعلان کرنے کی وجہ سے قصوروار ہیں لہٰذا سب لوگوں سے معذرت خواہ ہیں“

عرض کیا گیا کہ لوگ تو موقعہ پر حاضر ہوجائیں گے، حضرت حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم بھی

آنجناب کے ساتھ سفر میں شریک ہیں اگر اعلان شدہ مواقع پر ان کے بیانات ہو جائیں تو آنے والے حضرات مستفید ہو سکیں گے۔

اس پر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ قضیہ حکیم صاحب سے متعلق ہے، ان سے رابطہ کر لیا جائے، اگر وہ راضی ہوں تو مجھے کوئی عذر نہیں۔

چنانچہ حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم سے رابطہ کر کے ان کے بیانات متعلقہ مقامات پر رکھے گئے اور مذکورہ معاملہ اس طرح اپنے انجام تک پہنچا۔

پہلا واقعہ (کوہسار مسجد اسلام آباد میں)

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ اسلام آباد کے سفر اور قیام کے دوران غالباً مغرب کی نماز سے پہلے کوہسار مسجد ایف، سکس، تھری (جو حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم کی اسلام آباد قیام گاہ کے قریب واقع ہے) تشریف لائے، جب مؤذن صاحب نے مسجد کے اندر والے اسپیکر سے اذان دینا شروع کی تو حضرت نے فوراً مؤذن صاحب کو مسجد کے اندر اذان دینے سے روک دیا اور متنبہ فرمایا کہ اذان مسجد سے باہر دی جانی چاہئے، مؤذن صاحب مسجد کے اندرونی ہال سے باہر تشریف لے گئے اور مسجد کے باہر صحن میں اذان دینا شروع کر دی، پیچھے پیچھے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اور آپ کی اتباع میں دیگر موجود حضرات بھی پہنچ گئے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مؤذن صاحب کے اذان دینے کی حالت میں قریب جا کر غور سے دیکھنا شروع کر دیا جس کا اندازہ مؤذن صاحب کو بھی اذان دینے کی حالت میں ہی ہو چکا تھا، اس لئے مؤذن صاحب پر اذان کے دوران وحشت اور کپکپی طاری تھی، خیر کسی طرح سے ڈرتے ڈرتے مؤذن صاحب نے اذان پوری کی، اذان مکمل ہونے اور اذان کی دعا پڑھنے کے بعد حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اذان میں پائی جانے والی بعض کوتاہیوں کی نشاندھی کے بعد مؤذن صاحب سے سوال فرمایا کہ کیا یہ جگہ جہاں آپ نے اذان دی ہے مسجد سے باہر ہے یا مسجد میں داخل ہے؟ مؤذن صاحب کو شاید شرعی مسجد کی حدود کا پوری طرح علم نہیں تھا، اس لئے دوسرے واقف حضرات نے عرض کیا کہ یہ جگہ

مسجد کے صحن اور مسجد کی شرعی حدود میں داخل ہے، اس پر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مؤذن صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کو مسجد میں اذان دینے سے منع کیا گیا تھا اور اس کے باوجود آپ نے مسجد میں ہی اذان دیدی، جگہ کی ہیر پھیر کرنے سے مسئلہ تو نہیں بدلتا، اندر کے ہال میں بھی وہی حکم تھا اور باہر صحن میں بھی وہی حکم ہے، فقہ کی کتابوں میں مسجد کے اندر اذان دینے کو ناپسند قرار دیا گیا ہے (اصل مسئلہ کی تفصیل پہلے ذکر کی جاچکی کہ جب تک لاؤڈ اسپیکر نہیں چلے تھے مسجد کے باہر بلکہ اونچی جگہ اذان دی جاتی تھی، تاکہ باہر اچھی طرح آواز پہنچ جائے، اور لاؤڈ اسپیکر لگے ہوئے ہونے کی صورت میں مسجد کے اندر کھڑے ہو کر مائیک پر اذان دینے میں کوئی حرج نہیں لیکن حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سنت کی اتباع میں زیادہ اہتمام کو پسند فرماتے تھے) خیر اذان کے بعد مؤذن صاحب کچھ خائف ہو گئے تھے، اس لئے وہ ذرا کنارے پر اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے کچھ دور ہی رہے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے جماعت وامامت کرائی تھی اور مؤذن صاحب حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی نظروں سے کچھ دور اور چھپے چھپے تھے، اقامت کے لئے بھی جلدی سے کسی کو ہمت نہیں ہو رہی تھی، ایک نو وارد اور اجنبی شخص نے اقامت کہی لیکن ان کی اقامت میں کچھ ایسی کوتاہیاں سامنے آئیں جو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو ناپسند تھیں، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے نماز کی امامت فرمائی اور نماز و دعا اور بقیہ نماز وغیرہ سے فراغت کے بعد حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر سوال فرمایا کہ اقامت کن صاحب نے کہی تھی؟ اس کے جواب میں اقامت کہنے والے صاحب نے جلدی سے شاید حوصلہ افزائی کی امید پر اپنے آپ کو پیش کیا کہ حضرت میں نے کہی تھی، حضرت نے فرمایا کہ اذان تو آپ نے نہیں دی تھی اور اقامت کا اصل مستحق اذان دینے والا ہوتا ہے، کیا آپ نے مؤذن صاحب سے اجازت طلب کی تھی یا انہوں نے آپ کو بطورِ خود اجازت دی تھی، ان صاحب نے عرض کیا ایسی بات تو نہیں ہے، لیکن میں نے مسئلہ سنا ہے کہ امام کے مصلے پر پہنچ جانے کے بعد اقامت بغیر کسی انتظار کے جلدی کہنی چاہئے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ تو درست ہے، لیکن یہ جلدی کہنے کا حکم تو مؤذن کے لئے ہے، ان کو یہ کام جلدی کرنا چاہئے تھا، ان صاحب نے عرض کیا کہ حضرت غلطی

ہوگئی آئندہ خیال رکھوں گا، اس کے بعد حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اذان سے متعلق بعض سنن و مستحبات اور آداب پر روشنی ڈالی۔

اس موقعہ پر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مختصر بیان میں یہ بھی فرمایا کہ آج مسلمان اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ زبان کو صحیح طرح سیکھنے کی طرف توجہ نہیں دیتے لیکن انگریزی اور دوسری زبانوں کے سیکھنے اور اس زبان کے الفاظ ٹھیک طریقہ پر ادا کرنے میں بہت چست نظر آتے ہیں، چنانچہ بہت سے لوگ قرآن مجید وغیرہ مجہول پڑھتے ہیں، چنانچہ "اَلْحَمْدُ" کو "اَلْحَمْدو" پڑھتے ہیں لیکن مسلمان کا بچہ بچہ بھی جب انگریزی میں گنتی پڑھتا ہے تو "ون، ٹُو" کہتا ہے، "ٹو" نہیں کہتا اور اگر کوئی "ٹو" کو "ٹو" کہے تو اس کو ایک بچہ بھی غلط بتاتا ہے، مگر تعجب ہے کہ پورا قرآن مجید مجہول پڑھے چلے جاتے ہیں اور غلطی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، پھر فرمایا کہ ویسے تو مجہول پڑھنے سے بھی نماز ہوجاتی ہے مگر مزیدار نماز نہیں ہوتی اور اس طرح پڑھنے پر پورا اور مکمل ثواب حاصل نہیں ہوگا، لیکن اگر کوئی ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دے مثلاً اَلْحَمْدُ میں بڑی "حاء" کی جگہ چھوٹی "ہا" پڑھ دے تو نماز ہی خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔

دوسرا واقعہ (جامعہ فریدیہ ای سیون میں ورود)

حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ کے اسلام آباد میں مذکورہ دورے کے موقعہ پر ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ آپ کو طلبہ و علماء کے لئے وعظ کی غرض سے جامعہ فریدیہ، ای سیون اسلام آباد دعوت دی گئی، اس وقت جامعہ ھٰذا کے سابق مہتمم حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب رحمہ اللہ حیات تھے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی وہاں آمد پر استقبال کیا گیا، آپ جامعہ ھٰذا کے صدر دروازہ سے داخل ہوئے، صدر دروازے کے اندر داخل ہوتے ہی دائیں طرف دیوار پر مختلف جلسوں کے کئی اشتہارات لگے ہوئے تھے، جن کا حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے غور سے معائنہ فرمایا اور پھر فرمایا کہ اولاً تو اس طرح دیواروں پر اشتہار لگا کر دیواروں کو خراب کرنا ہی جائز نہیں بلکہ اشتہارات کے لئے کوئی تختہ، بورڈ وغیرہ مخصوص کرنا چاہئے، دوسرے ان جلسوں کی تاریخیں بھی

گزر چکی ہیں مگر اب تک یہ اشتہارات بدستور لگے ہوئے ہیں، جس سے ناظرین وقارئین کو بلا وجہ تشویش ہوتی ہے اور وقت ضائع ہوتا ہے، جس چیز کا اب کوئی فائدہ نہیں اس کو باقی رکھ کر لوگوں کو تشویش میں ڈالنا درست نہیں، حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب رحمہ اللہ نے ان اشتہارات کو اتارنے کا وعدہ فرمایا، اور پھر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو انہوں نے جامعہ فریدیہ کی مسجد میں تشریف لے جانے کا اشارہ کیا، جہاں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا وعظ سننے کے لئے بڑی تعداد میں علماء وطلبہ جمع تھے مگر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ کے دیگر حصوں کے معائنہ کی طرف توجہ فرمائی اور پھر معائنہ کے دوران کئی قابلِ اصلاح چیزوں کی نشاندہی کرتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے اور مسجد کی الماری میں رکھے ہوئے قرآن مجید کے بوسیدہ نسخوں کو دیکھ کر تنبیہ فرمائی کہ قرآن مجید کو بے ترتیبی انداز میں رکھنا اور ان کی نگرانی نہ کرنا نیز بوسیدہ نسخوں کو اسی طرح الماریوں میں پڑے رہنے دینا، یہ تمام چیزیں قرآن مجید کے احترام کے خلاف اور قابلِ اصلاح ہیں، وعظ شروع کرنے سے پہلے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے تلاوت کرائے جانے کا حکم دیا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کیونکہ منبر پر تشریف فرما تھے اور دوسری کوئی اونچی جگہ قریب میں میسر نہ تھی اس لئے استاذ القراء جناب قاری محمد یعقوب صاحب دامت برکاتہم (استاذ جامعہ اسلامیہ صدر، راولپنڈی) نے نیچے بیٹھ کر تلاوت شروع کرنی چاہی، جس کو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے پسند نہیں فرمایا، اور فرمایا کہ قرآن مجید کا درجہ وعظ وتقریر سے بڑا ہے اور یہ بات قرآن مجید کے ادب کے موافق نہیں کہ وعظ کرنے والا اونچی جگہ بیٹھے اور کلامُ اللہ کی تلاوت کرنے والا نیچی جگہ بیٹھے، مناسب تھا کہ شروع سے ہی ایک اور نشست کا انتظام کیا جاتا، جلدی جلدی میں انتظامیہ کی طرف سے ایک اور نشست کی تلاش شروع کی گئی، مگر جب کچھ غیر معمولی وقت گزرنے کے باوجود نشست دستیاب نہ ہوسکی تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ منبر سے نیچے تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر حضرت قاری صاحب کو تلاوت کا حکم فرمایا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ عام قراء کی قرائت میں بہت سی قابلِ اصلاح چیزوں کی نشاندہی فرمایا کرتے تھے مگر ایک سے زیادہ مرتبہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے حضرت قاری یعقوب صاحب دامت برکاتہم کی قرائت سماعت فرمائی لیکن بندہ کی معلومات

کے مطابق کوئی قابلِ ذکر تنبیہ نہیں فرمائی، اس سے جناب قاری محمد یعقوب صاحب دامت برکاتہم کی قرائت کے حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہونے کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ نے اس موقعہ پر قرآن مجید کی عظمت واحترام پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور اپنے ہردوئی شہر کے مدرسہ کے طلبہ کے قرآن مجید کے احترام اور طلبہ کرام کی تربیت واصلاح سے متعلق چند واقعات بھی بیان فرمائے

تیسرا واقعہ (مدرسہ اشرف العلوم نزد راول ڈیم میں ورود)

اسلام آباد حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اسی دورہ کے موقع پر یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ آپ کو اشرف العلوم نامی ایک مدرسہ میں دعوت دی گئی جو اسلام آباد ہی میں راول ڈیم کے قریب واقع ہے، آپ عصر کی نماز کے بعد مدرسہ ھٰذا کے دارالاقامہ میں تشریف لے گئے، اسی اثناء میں آپ طلبہ کی ایک قیام گاہ میں داخل ہوئے، طلبہ بعد عصر چھٹی کے باعث مدرسہ سے باہر گھومنے پھرنے اور سیر وتفریح کے لئے گئے ہوئے تھے اور خالی کمرے میں بجلی کے پنکھے چل رہے تھے، جس کو دیکھ کر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سخت غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ یہ وقت طلبہ کی چھٹی اور سیر وتفریح کا ہے اور کوئی طالبِ علم بھی موجود نہیں، اس حالت میں خالی پنکھوں کا چلتے رہنا بالکل ناجائز اور حرام ہے اور اس پر بجلی کا جو بل آئے گا وہ مدرسہ کے اجتماعی فنڈ سے ادا کرنا جائز نہیں ہوگا، بلکہ بدانتظامی کرنے والوں کے ذمہ ہوگا، اس کے بعد آپ قریب میں واقع استنجے خانوں کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں پر صفائی اور پاکی معیاری نہ ہونے پر تنبیہ فرمائی، یہاں سے فراغت کے بعد آپ ایک اور کمرہ کے قریب تشریف لائے اور کمرے میں بچھی ہوئی دری کو دیکھا جو قدرے پھٹی ہوئی تھی، اس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ کپڑے کا پھٹا ہوا ہونا سنت نہیں مگر پیوند لگا ہوا ہونا سنت ہے، حضور ﷺ نے پیوند لگا ہوا لباس زیب تن فرمایا ہے اس لئے اگر اس دری میں پیوند لگا دیا جائے یا سلائی کرادی جائے تو یہ عمل سنت کے مطابق ہو جائے گا مختصر وعظ ونصیحت کے بعد حضرت شاہ

صاحب رحمہ اللہ یہاں سے تشریف لے گئے۔

قصرِ قیصر پر پیش آمدہ بندہ کا ایک واقعہ

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ اسلام آباد کے اس سفر میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم بھی شریک تھے اور پورے دن جناب حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کے یہاں دولت خانہ ''قصرِ قیصر'' پر مہمانوں کی آمد و رفت اور چہل پہل بلکہ صُلحاء و اولیاء کا ایک میلہ سا لگا ہوا تھا اور حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم کے دولت خانہ پر کھانے کے دسترخوان پر اکابرین کے ساتھ بندہ سمیت دیگر بہت سے احباب بھی شریک تھے، اس موقعہ پر حضرت کے دولت خانہ پر مہمانوں (غالباً حضرت حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم کے خادمِ خاص حضرت میر صاحب زید مجدہم اور دیگر چند کراچی کے رفقاء) کے لئے کافی مقدار میں پان بھی مہیاء کئے گئے تھے اور حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم کے دولت خانہ پر ایک برتن میں کچھ کچے پکّے آملے رکھے ہوئے تھے جن کا ذائقہ کچھ کھٹا تھا اور بندہ کو اس وقت کھٹی چیز کھانے کی کچھ رغبت محسوس ہو رہی تھی، اس لئے بندہ نے حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم کی اجازت کے بغیر ایک عدد پان اور کچھ آملے کھالئے تھے، اس وقت تو اجازت کے بغیر ان دونوں چیزوں کے استعمال کرنے کی طرف زیادہ توجہ نہ ہو سکی، بعد میں اس کا احساس ہوا تو بندہ نے حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم کو اپنے اصلاحی عریضہ میں درج ذیل مضمون تحریر کیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معظم و محترم جناب حضرت والا صاحب مدظلہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(۱) کافی ایام سے خط و کتابت احقر کی طرف سے نہ ہو سکی، جس کی طرف سے معذرت خواہ ہوں۔

(۲) پچھلے سال جب آنجناب کے یہاں حضرت شاہ صاحب و حضرت حکیم اختر صاحب مدظلہما العالی کا قیام ہوا تھا تو دوپہر کو احقر بھی آنجناب کے یہاں دولت خانہ پر تھا، وہاں اوپر کے کمرہ میں سے احقر نے ایک پان بغیر اجازت اٹھا کر کھالیا تھا اور غالباً وہاں آملے وغیرہ بھی کچھ برتن میں رکھے تھے، احقر نے ان میں سے بھی چند ایک کھالئے تھے، بعد میں احقر کو اس

کا احساس ہوا، آنجناب کو مطلع کرنے کا ارادہ کیا، مگر غفلت میں آ کر ذہول ہو گیا، اب یاد آنے پر معافی کا خواستگار ہوں۔

(۳) احقر سراسر اندر سے باہر تک، اوپر سے نیچے تک عیوب و آلودگیوں میں ڈوبا ہوا ہے، کوششِ ناقص اصلاح کی جاری ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتا رہتا ہے، آنجناب سے بھی دعاؤں کی درخواست ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کشتی بیڑے پر لگا دیں تو کام چل جائے گا، ورنہ کفِ دست ملنے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ فقط والسلام، بندہ محمد رضوان۔ ۲۵/۷/۱۴۱۷ھ

حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم نے اس عریضہ کا بڑا حوصلہ افزا جواب عنایت فرمایا جو درج ذیل ہے:

باسمہٖ تعالیٰ

مکرم بندہ عزیزم مفتی صاحب سلمہٗ .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(۱) اگر مکاتبت نہیں ہے تو الحمد للہ مخاطبت "بذریعہ ٹیلی فون" اور ملاقات "بروز جمعہ" نصیب ہے۔

(۲) بندہ کو تو یاد بھی نہیں، جب احباب کو دعوتِ طعام کی توفیق نصیب ہوتی ہے تو شروع ہی میں یہ نیت کر لیتا ہوں کہ مہمانوں کو گھر کے ماکولات و مشروبات کے استعمال کا حق ہے، پھر حق تلفی اور معافی کا سوال کہاں رہا؟ بہر حال آپ کے تسلیۂ قلب کی خاطر معاف کر دیا۔

الحمد للہ آپ کے تحصیلِ تقویٰ کی سعی پر بندہ کا دل بیحد مسرور ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو متقیِ کامل اور مفتیِ اعظم بنائے۔ آمین۔[1]

(۳) عیوب و ذنوب سے کون بچا ہوا ہے؟ اللہ کی ستاری و غفاری کا سہارا ہے۔

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ، درکارخانۂ عشق مایوسی کفر است

انشاء اللہ تعالیٰ، فضل ہی سے کام بنے گا۔

کوشش تو ناقص ہی رہے گی، لیکن منزل اسی کوششِ ناقص ہی سے انشاء اللہ ملے گی۔

بڑھ کے خود چوم لئے منزلِ جاناں نے قدم تھک کے جب بیٹھ گئے کوششِ ناکام کے بعد

آپ کے لئے دل و جان سے دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جملہ مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔

آمین بندہ بھی آپ کی دعاؤں کا محتاج ہے۔ فقط والسلام، احقر محمد عشرت علیخان قیصر عفی عنہ

---

[1] یہ حضرت کی جانب سے حوصلہ افزائی، ذرّہ نوازی اور ایک دعائیہ جملہ ہے، ورنہ بندہ کسی بھی قابل نہیں۔ م۔ر۔ن

آپ کی جامعہ اسلامیہ، صدر راولپنڈی میں آمد

اسلام آباد کے مذکورہ دورہ کے موقعہ پر حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب کو حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم نے جامعہ اسلامیہ صدر، راولپنڈی میں بھی وعظ کے لئے مدعو فرمایا تھا، حضرت مولانا ابرارالحق صاحب کا جامعہ میں وعظ مغرب کے بعد طے کیا گیا تھا، حضرت والا نے اسلام آباد سے راولپنڈی مغرب میں پہنچنا تھا، لیکن راستہ میں سخت رَش اور ہجوم اور کچھ ڈرائیور کے راستہ سے ناواقفیت کے باعث حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ مغرب کی نماز میں نہ پہنچ سکے اور کچھ تاخیر ہوگئی، البتہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ اسی سفر میں رفیق وشریک آپ کے خلیفۂ خاص حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم پہلے پہنچ چکے تھے اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی آمد سے پہلے حضرت حکیم صاحب دامت برکاتہم کا وعظ جاری تھا، میں اُن دنوں جامعہ اسلامیہ میں تدریس وافتاء کی خدمات انجام دیتا تھا، حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم مسجد کے اندر حضرت حکیم صاحب دامت برکاتہم کے وعظ میں شریک تھے اور باہر مجھے حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم کی آمد کے استقبال کے لئے مقرر فرمادیا تھا، کچھ دیر بعد حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تشریف لے آئے، آپ نے مغرب کی نماز ادا نہیں فرمائی تھی اس لئے تشریف لاتے ہی سب سے پہلے مغرب کی نماز ادا فرمانے کا اہتمام کیا، آپ کے ساتھ پہلے سے خدمت پر مامور کراچی کے ایک پختہ عمر کے سفید پوش بزرگ شریک تھے، حضرت شاہ صاحب نے ان سے جامعہ اسلامیہ کے صحن کے ساتھ متصل گیلری کے بارے میں تحقیق فرمائی کہ یہ جگہ مسجد میں داخل ہے یا خارج؟ جس کے جواب میں انہوں نے عرض کیا کہ مسجد سے خارج ہے (بندہ کو اس گفتگو کا علم بعد میں ہوا) حضرت شاہ صاحب نے امامت فرمائی اور آپ کے چند رفقائے سفر نے اقتداء میں نماز ادا کی، نماز ادا فرمالینے کے بعد حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے مطابق استنجاء فرمانے کے لئے تہبند باندھا اور مجھ سے استنجے خانے کی جگہ معلوم فرمائی، بندہ نے استنجاء خانہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت شاہ صاحب کو ساتھ لیکر چلنا شروع کیا، ابھی شاہ

صاحب مسجد کی صحن والی گیلری ہی میں تھے، چلتے چلتے حضرت شاہ صاحب نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا یہ گیلری والی جگہ مسجد میں شامل ہے، میں نے عرض کیا جی ہاں، یہ سنتے ہی حضرت شاہ صاحب کے چہرے پر سخت ناگواری کے اثرات ظاہر ہوگئے، ایک تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی طبیعت پر مغرب کی نماز میں مقررہ وقت پر رش اور ہجوم کے باعث جامعہ اسلامیہ نہ پہنچنے کا پہلے ہی اثر تھا، دوسرے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے مخصوص اصولوں کے مطابق میزبان کا اپنے یہاں پہنچنے کے لئے کم از کم رہنمائی کرنا یا پھر اپنے مقام پر خود استقبال کرنا ذمہ داری میں شامل تھا، اور تیسری بات یہ کہ محلہ کی مسجد کی حدود میں دوسری جماعت مکروہ ہے اور حضرت شاہ صاحب کو بتلایا گیا تھا کہ وہ جگہ جس میں جماعت کی گئی ہے مسجد کی حدود سے خارج ہے، بہرحال حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ میرا یہ جواب سُن کر کہ یہ جگہ مسجد میں شامل ہے، وہیں ٹھہر گئے اور فوراً اُن صاحب کو طلب فرمایا جنہوں نے اس جگہ کو مسجد سے خارج قرار دیا تھا اور اُن کے کہنے پر ہی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے وہاں باجماعت نماز ادا فرمائی تھی، ان صاحب کی حاضری پر آپ نے اُن پر سخت تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ آپ نے مسجد کو غیرِ مسجد اور اللہ کے گھر کو غیر گھر قرار دیا، آپ نے اتنی بڑی بات بلاتحقیق کیسے فرمادی، اُن صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجھے صحیح طرح معلوم نہیں تھا اور اپنے اندازہ سے جواب دیا تھا، جس پر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب آپ کو ایک چیز کا یقینی علم نہیں تھا تو آپ کو جواب بھی ویسا ہی دینا چاہئے تھا، بہرحال آپ اس غلطی کی تلافی کے طور پر بیس رکعات نوافل نفس کو سزا دینے اور جرمانہ کے طور پر پڑھیں، اس کے بعد حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ استنجاء وغیرہ سے فارغ ہوئے اور پھر مسجد کے برآمدہ میں حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب کو طلب فرمایا اور حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب کو کچھ نصائح فرمائیں اور کیونکہ حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد بھی تھے اس لئے بے تکلفانہ انداز میں کچھ تنبیہات فرمائیں، جن میں یہ تنبیہ بھی شامل تھی کہ مہمان کو وصول کرنا اور مہمان کو ضروری باتوں کی معلومات فراہم کرنا یہ میزبان کی ذمہ داری ہے اور کیونکہ یہاں پر کچھ خلافِ طبع اور بے اصولی باتیں سامنے آگئی ہیں جس کی وجہ سے طبیعت میں

انشراح باقی نہیں رہا بلکہ تکدر پیدا ہوگیا ہے، لہٰذا اب میں وعظ کرنے سے قاصر ہوں، حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کی طرف سے کافی کوشش کی گئی کہ کسی طرح حضرت والا کا مختصراً وعظ ہی ہوجائے کیونکہ کافی لوگوں کا مجمع تھا مگر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے عذر فرمادیا اور فرمایا کہ حکیم صاحب کا بیان ہورہا ہے وہ کافی ہے اور اسی حال میں وہاں سے رخصت ہونے کا ارادہ فرمایا، جامعہ اسلامیہ کے صدر دروازہ پر جناب مفتی محمد اقبال علوی صاحب (جامع مسجد کبریاء، حاجی کیمپ راولپنڈی) نے داخل ہوکر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات ومصافحہ کیا اور حضرت شاہ صاحب کو واپس تشریف لے جاتے ہوئے دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت میں تو وعظ سننے اور زیارت وملاقات کے لئے حاضر ہوا تھا، جس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جہاں تک ملاقات اور زیارت کا سوال ہے وہ تو ہوچکی ہے اور وعظ مسجد میں حکیم صاحب کا ہورہا ہے وہ سُن لیا جائے اور اگر میرا ہی وعظ سننا ہے تو ابھی کچھ دیر بعد یہاں قریبی علاقہ میں ایک جگہ میرا وعظ ہوگا وہاں شرکت فرمالیجئے۔

حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ کی دختر صاحبہ کے دولت خانہ پر

یہاں سے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ محلہ موہن پورہ میں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ (سابق مفتی جامعہ اشرفیہ، لاہور) کی دختر صاحبہ "محترمہ حمیدہ صاحبہ" کے گھر تشریف لے گئے، اس وقت کچھ ہلکی پھلکی بارش ہورہی تھی، ابھی عشاء کی نماز میں کچھ وقت باقی تھا، مگر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے تنبیہاً اُن صاحب کو جنہوں نے جامعہ اسلامیہ میں مغرب کی نماز کے لئے جگہ کی نشاندھی میں کوتاہی کی تھی، گھر کے اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں دی بلکہ انہیں گھر کے باہر دروازے پر ہی بارش میں ٹھہرنے کا حکم دیا اور باقی احباب کو اندر آنے کی اجازت دی گئی، کچھ وقت وعظ ونصائح فرمانے کے بعد حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ قریبی مسجد "توکلی" میں عشاء کی نماز کے لئے تشریف لے گئے، بارش کی وجہ سے نالیوں میں جگہ جگہ پانی کوڑا کرکٹ اور گند رُکنے کی وجہ سے ٹھہرا ہوا تھا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ان صاحب کو ہی جن کی تنبیہات

کا سلسلہ جامعہ اسلامیہ سے جاری تھا، ہاتھوں سے نالی صاف کرنے کا حکم فرمایا، ان سفید پوش صاحب نے جو اپنے ظاہری حلیہ سے بزرگ معلوم ہورہے تھے، کرتہ کی آستینیں اوپر چڑھا کر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی نگرانی میں دونوں ہاتھوں سے نالی صاف کی، جب حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو نالی کی صفائی پر اطمینان ہوگیا تب نماز کے لئے اندر تشریف لے گئے اور کثیر مجمع ہونے کے باوجود آپ نے اندرونی اسپیکر کے بغیر نمازِ عشاء میں امامت فرمائی۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اندرونی اسپیکر کو نماز میں استعمال کرنا پسند نہ فرماتے تھے اور اسپیکر کا نماز میں استعمال کرنا خلافِ احتیاط قرار دیتے تھے (اگرچہ نفسِ مسئلہ کی رُو سے نماز میں اندر کا اسپیکر استعمال کرنے میں کوئی گناہ نہیں، مگر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ بہت سی چیزوں میں اپنے مخصوص مزاج کی وجہ سے احتیاط فرماتے تھے)

عشاء کی نماز اور سنن وغیرہ سے فراغت کے بعد آپ نے توکلی مسجد میں موجود کثیر مجمع سے مختصر خطاب فرمایا، جس میں حسبِ معمول مسجد، اذان، نماز اور قرائت وغیرہ سے متعلق کئی چیزوں کی نشاندہی فرمائی۔

عشاء کی نماز کے بعد اُسی گھر میں طعام کی ضیافت کا اہتمام تھا جہاں عشاء کی نماز سے پہلے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تشریف لے گئے تھے، تعلق داری کی وجہ سے مجھے بھی صاحبِ خانہ "جناب ظفر صاحب، نبیرہ مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ" کی طرف سے دعوتِ طعام دی گئی تھی، عشاء کی نماز سے فراغت کے بعد حضرت حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم سمیت مجھے اور بعض دیگر مخصوص حضرات کو گھر کے ایک کمرے میں جہاں کھانے کا انتظام کرنا تھا، بلایا جا چکا تھا اور دستر خوان بھی لگا دیا گیا تھا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کسی مخصوص مصروفیت کے باعث ابھی دستر خوان والے مقام پر تشریف نہیں لا سکے تھے، ہم لوگ دستر خوان کے قریب بیٹھ کر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے منتظر تھے اسی دوران کھانے پینے کی ابتدائی چیزیں مثلاً پانی، سلاد، چٹنی وغیرہ دستر خوان پر آنا شروع ہوگئیں تھیں، کچھ دیر بعد حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ بھی تشریف لے آئے اور جب ہمیں دستر خوان کے قریب خالی بیٹھا ہوا دیکھا تو اس پر تنبیہ فرمائی کہ دستر خوان پر جب کوئی ایسی چیز آجائے جسے

تنہا کھایا جاسکتا ہو تو کسی اور چیز کے انتظار میں رہنا اور ہلکا پھلکا کھانا کھانے کا سلسلہ شروع نہ کرنا مناسب نہیں اور آپ کو سلاد وغیرہ کسی نہ کسی درجہ میں استعمال کرنا شروع کر دینا چاہئے تھا یا پھر یہ چیزیں ابھی نہیں لانی چاہئیں تھیں وغیرہ وغیرہ۔

بہر حال حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اور آپ کے ہمراہ دیگر حضرات نے کھانا تناول کیا، کھانے کے اختتامی مراحل کے دوران بعض میٹھی اشیاء دسترخوان پر پہنچائی گئیں، جن کے متعلق حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے یہ نصیحت فرمائی کہ مہمانوں کی ضیافت کے لئے وہ تمام اشیاء جن کا انتظام کیا گیا ہے پہلے سے حاضر کر دینی چاہئیں تا کہ مہمان اپنے حساب اور پسند کے مطابق گنجائش رکھ کر جو چیز چاہے تناول کرے مگر آج کل اس بارے میں بہت کوتاہی کی جاتی ہے، چنانچہ کھانے سے فراغت کے قریب یا اس کے بھی بعد کچھ اشیاء لائی جاتی ہیں اور اس سے پہلے مہمان بغیر گنجائش چھوڑے کھانا کھا چکا ہوتا ہے اور مزید گنجائش باقی نہیں رہتی، پھر اس چیز کے کھانے پر میزبان کا اصرار ہوتا ہے، جس کی وجہ سے معاملہ خراب ہوتا ہے، کھانے سے فراغت پا کر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنا کچھ بچا ہوا کھانا جو قریب میں موجود بعض حضرات بطورِ برکت کے کھانا چاہتے تھے۔ میزبان ''جناب ظفر صاحب'' کو بلا کر انہیں مرحمت کیا اور فرمایا کہ یہ میزبان کا حق ہے، اب وہ چاہیں تو خود کھائیں اور کسی دوسرے کو چاہیں تو انہیں دیدیں۔

کھانے کے تقاضوں سے فراغت پا کر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے کھانے کے بعد کی دعا پڑھی اور میزبان کو سامنے بٹھا کر کچھ بلند آواز سے یہ دعا بھی پڑھی۔

أَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَأَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ

ترجمہ: ''تمہارا کھانا نیک صالح لوگ کھائیں اور تمہارے اوپر فرشتے رحمت بھیجیں اور تمہارے پاس روزہ دار افطار کریں'' (مشکوٰۃ ص ۳۶۹ بحوالہ شرح السنۃ)

پھر فرمایا کہ یہ بہت عظیم الشان دعا ہے، جس کے پڑھنے کا مہمان کو اہتمام کرنا چاہئے اور کیونکہ اس دعا میں میزبان کے لئے خطاب کا جملہ موجود ہے، اس لئے میزبان کو خطاب کر کے یہ دعا پڑھنی

چاہئے، میں نے اسی لئے میزبان کو سامنے بٹھایا ہے تاکہ ان کو مخاطب کرکے یہ دعا پڑھی جاسکے۔ اس کے بعد حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے کھانے کے برتن اور دسترخوان اُٹھا لینے کا حکم دیا

حضرت نواب عشرت علی خان صاحب کے یہاں دعوتِ طعام

حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کے دولت خانہ پر اسلام آباد میں حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ کے قیام کے دوران رات کے کھانے پر بندہ سمیت بعض دیگر حضرات بھی مدعو تھے، جنہوں نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ کھانے میں شرکت کی۔

کھانا کھانے کے دوران حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ہلکی پھلکی گفتگو جاری رکھی، جس میں خاص طور پر کھانے کے آداب شامل تھے، حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ اس بات کو بھی پسند نہیں فرماتے تھے کہ کھانا کھانے والے موجود نہ ہوں اور دسترخوان اور کھانے کی اشیاء پہلے ہی لگادی جائیں آپ فرماتے تھے کہ انسان کا مربّی اور پیر تو دراصل شیخِ باطن (یعنی باطن کا شیخ) ہے اور کھانا شیخِ بطن (یعنی پیٹ کا شیخ) ہے اور شریعت نے شیخِ بطن یعنی کھانے کے لئے کھانے سے پہلے اور کھانے کو چھونے کے لئے ہاتھ دھونے کی تعلیم دی ہے مگر شیخِ باطن یعنی اپنے پیرومربی سے ملاقات ومصافحہ کے لئے ہاتھ دھونے کی تعلیم نہیں دی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اعتبار سے شیخِ بطن (یعنی کھانے) کا درجہ، شیخِ باطن یعنی پیر سے بھی زیادہ ہے، مگر ہم لوگ کھانے کے درجہ اور اس کی قدر کو نہیں پہچانتے، اسی لئے کھانے کا ایک ادب یہ ہے کہ کھانا انسان کا انتظار نہ کرے بلکہ انسان کھانے کا انتظار کرے اور کھانا پہلے لگادیا جائے مگر کھانے والے موجود نہ ہوں تو کھانا انسان کا انتظار کرتا ہے جو کہ مناسب نہیں، اسی طرح کھانے سے فراغت پانے پر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ دسترخوان بچھا ہوا چھوڑ کر کھڑا ہوجانا بھی ادب کے خلاف ہے، پہلے دسترخوان اور برتن اٹھنا چاہئیں اور اس کے بعد کھانے والے کو اُٹھ کر جانا چاہئے۔

دورانِ گفتگو ایک صاحب نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے ایک باریک مسئلہ معلوم کیا، جس

کے جواب میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کھانے کے دوران ایسی باریک بات کرنا جس سے دماغ پر بوجھ پڑے اور کھانے کی طرف سے توجہ ہٹ جائے مناسب نہیں، دورانِ گفتگو آپ نے فرمایا کہ اسی طرح کھانے کے دوران طبیعت میں کراہیت پیدا کرنے والی باتوں سے بھی بچنا چاہئے۔

کھانے کے اختتامی مراحل پر آپ نے کھانے کی جو عام اور مشہور دعا ہے وہ پڑھی جس کے الفاظ یہ ہیں:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ''

ترجمہ: ''تمام تعریفیں اس اللہ ربُّ العزت کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا''

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کھانے پینے کی نعمت پر شکر کرنے کی تو ظاہری وجہ تو سب کو سمجھ آتی ہے کہ کھانے پینے کا موقعہ ہے لیکن کھانے پینے کے ساتھ مسلمان ہونے کی نعمت پر شکر کرنے کی وجہ ہر ایک کو سمجھ نہیں آتی کیونکہ مسلمان ہونے کی نعمت تو پہلے سے حاصل ہے تو کھانے کے موقعہ پر مسلمان ہونے کی نعمت پر شکر کرنے کے کیا معنیٰ؟

پھر فرمایا کہ یہی سوال حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ سے ایک مرتبہ ایک عامی شخص نے کیا تھا جبکہ اس مجلس میں علماء بھی موجود تھے اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ اس سوال سے بہت خوش ہوئے تھے اور فرمایا تھا کہ یہ سوال تو علماء کو کرنا چاہئے تھا، یہ سوال علماء کے کرنے کا تھا مگر آپ نے کیا جس پر مجھے خوشی ہے۔

حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا کہ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نعمتیں مسلمانوں کو حاصل ہیں وہ دو قسم کی ہیں، ایک وہ جو کہ وقتی ہیں یعنی وقت کے ساتھ خاص ہیں اور وہ ظاہر میں محسوس ہوتی ہیں جیسے کھانا، پینا وغیرہ۔ دوسری وہ نعمتیں ہیں جو ہر وقت ساتھ میں ہیں اور ہر وقت حاصل رہنے اور درمیان میں وقفہ نہ آنے کی وجہ سے بظاہر محسوس نہیں ہوتیں، ان میں سب سے عظیم نعمت ایمان واسلام کی نعمت ہے جو ہر وقت ہمیں حاصل ہے مگر ہماری اس عظیم نعمت کی طرف توجہ نہیں ہوتی تو کھانے پینے کی چھوٹی اور ظاہری نیز وقتی نعمت کے وقت بڑی اور دائمی نعمت

پر شکر کی تعلیم دی گئی، تاکہ اس عظیم نعمت پر بھی شکر کی توفیق ہو جائے اور کھانے پینے کی نعمت تو سب کو ہی حاصل ہے، کافر انسان تو کیا جانور بھی کھاتے پیتے ہیں مگر مسلمان کا کھانا پینا ایک امتیازی شان رکھتا ہے اور اسی اسلام و ایمان کی وجہ سے یہ کھانا پینا عبادت بنتا ہے، اس دعا میں بتلادیا گیا کہ انسان دنیا کے اندر کھانے پینے کے لئے نہیں آیا بلکہ کسی اور مقصد کے لئے آیا ہے اگر وہ مقصد حاصل ہے تو کھانا پینا فائدہ مند ہے اور اگر وہ مقصد حاصل نہیں تو کھانا پینا بے مقصد اور بے فائدہ ہے۔ اور اس کے علاوہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بہت سی دیگر نصیحتیں بھی فرمائیں۔

وصال

افسوس کہ بزمِ اشرف کا یہ آخری چراغ ۸/ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ، ۱۷مئی ۲۰۰۵ء، بروز منگل دنیائے فانی سے ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا، وفات کے وقت آپ کی عمر ۸۸ سال تھی، انا اللہ و انا الیہ راجعون ۔ اب پھر امت کو حضرت شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ جیسے جری اور مردِ مجاہد کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خلاء کا ملاء فرمائیں۔ آمین۔

آپ کی وفات پر برصغیر کی اسلامی تاریخ کا ایک اہم باب بند ہو گیا، حضرت حکیم الامت کی مجددانہ و مصلحانہ خدمات کا جو سلسلہ حضرت حکیم الامت کی ذات بابرکات سے شروع ہوا تھا، اور آپ کے بلاواسطہ نائبین نے آپ کے بعد بھی تقسیمِ ملک سے لے کر آج تک اس کو نبھائے رکھا اور پروان چڑھایا، حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اس آخری خلیفہ کی رحلت پر شریعت کے چشمۂ صافی کا یہ جامع و مخصوص فیضان انتہاء کو پہنچ گیا، اب محض چند گوہرِ شب چراغ ہستیوں کو چھوڑ کر جنہیں حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے خلافت تو نہیں لیکن شرفِ بیعت ضرور حاصل ہے [1] بالعموم دوسرے بالواسطہ طبقے کا دور ہے، اللہ تعالیٰ رشد و ہدایت کے اس سلسلہ کو نسل در نسل اسی طرح باقی رکھیں۔

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی　　　ایک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

---

[1] مثلاً ہمارے شیخ و مربی حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم، اور حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب دامت برکاتہم، جن کو براہِ راست حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے بیعت کا شرف حاصل ہے۔

ادارہ غفران کی دیگر مطبوعات

(۱) ماہِ محرم کے فضائل واحکام

(۲) ماہِ صفر اور جاہلانہ خیالات

(۳) ماہِ ربیع الاول کے فضائل واحکام

(۴) ماہِ ربیع الاخر

(۵) جمادی الاولیٰ

(۶) جمادی الاخریٰ

(۷) ماہِ رجب کے فضائل واحکام

(۸) شعبان وشبِ برأت کے فضائل واحکام

(۹) ماہِ رمضان کے فضائل واحکام

(۱۰) شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام

(۱۱) ذوالقعدہ کے فضائل واحکام

(۱۲) ذی الحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام

(۱۳) شادی کو سادی بنایئے

(۱۴) زلزلہ اور اس سے حفاظت

(۱۵) پانی کا بحران اور اُس کا حل

(۱۶) کھانے پینے کے آداب

(۱۷) کُرسی پر نماز پڑھنے کا شرعی حکم

(۱۸) مَرد وعورت کی نماز میں فرق کا ثبوت

(۱۹) حالاتِ عشرت ومکتوباتِ مسیح الامت

(۲۰) اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم

(۲۱) (آفات وبلّیات وغیرہ سے حفاظت کا) وظیفہ

(۲۲) بکرے کے صدقہ کا شرعی حکم

(۲۳) حج کا صحیح طریقہ اور حج کی غلطیاں

IDARA GHUFRAN® Trust
Chak ... pura)
Street # 17, ...pindi, Pakistan.
051-5507530-5507270
Email: idaraghufran@yahoo.com